اردو

النـــــور والظلمـــــات

في ضوء الكتاب والسنة

تأليف فضيلة الشيخ/ د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني حفظه الله تعالى

نور وظلمات

کتاب وسنت کے آئینہ میں

اردو ترجمہ بقلم:

ابو عبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

مترجم سے رابطہ کے لئے:

Mobile: +91-9773026335 • Tel.: +91-22-25355252
E-Mail: inayatullahmadani@yahoo.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

فإن الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله هندي الجنسية معروف لدي منذ دهر طويل بسلامة المنهج والمعتقد، وقد كان داعية (رسمي) في مكتب الجاليات والدعوة والإرشاد بمدينة عنيزة بالمملكة العربية السعودية، ثم انتقل للدراسة في الجامعة الإسلامية كلية الحديث الشريف وتخرج بتقدير ممتاز، ولمعرفتي بسلامة منهجه أذنت له بترجمة أي كتاب من كتبي يرغب في ترجمته، وقد ترجم لي إلى الآن خمسة عشر كتابا، راجعنا منها أربعة عشر كتابا فوجدناها مترجمة ترجمة سليمة على منهج أهل السنة والجماعة.

وأوصي من يرى تزكيتي هذه أن يجعل الشيخ عنايت الله محل الثقة فإنه كذلك، سواء كان ذلك في الترجمة أو غيرها من الأعمال، لأمانته، وصدقه، وسلامة معتقده، هكذا أحسبه والله حسيبه ولا أزكي على الله أحدا. وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

قاله وكتبه الفقير إلى الله تعالى

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

من سعيد بن علي بن وهف القحطاني إلى الأخ الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله سلمه الله تعالى.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته أما بعد:

فأرجو إرسال كل كتاب تترجمونه من كتبي إلى موقع دار الإسلام بعد مراجعته، حتى ينشر في هذا الموقع المبارك، والله أسأل أن يجعل ذلك في موازين حسناتكم وجزاكم الله خيرا.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أخوك ومحبك في الله

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

عرض مترجم

قرآن کریم اور سنت نبویہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حق اور خیر کے اعمال کو نور ''روشنی'' اور اس کے بالمقابل باطل اور شر کے کاموں کو ظلمات ''تاریکیوں'' سے تعبیر کیا ہے، اور ان معنوی نور و ظلمات کو حسی اور عینی روشنی اور تاریکیوں سے تشبیہ دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حق کو بینائی، دھوپ اور زندگی کے نام سے موسوم کیا ہے اور باطل کو اندھے پن، سایہ (تاریکی) اور موت کے نام سے موسوم کیا ہے نیز اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ دونوں بالمقابل چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں لہٰذا دونوں میں اتحاد اور مساوات ناممکن ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وما يستوي الأعمى والبصير، ولا الظلمات ولا النور، ولا الظل ولا الحرور، وما يستوي الأحياء ولا الأموات إن

الله يسمع من يشاء وما أنت بمسمعٍ من في القبور﴾ (۱)۔

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ۔ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنا دیتا ہے، اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

اس بات کو اللہ عزوجل نے مختلف جگہوں پر مختلف پیرائے میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ سورۂ زمر میں علم وجہالت کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾(۲)۔

آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور وہ جنھیں علم نہیں برابر ہو سکتے ہیں۔

یعنی علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی، لہٰذا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

اور سورۂ حشر میں حق وباطل کے انجام کار کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لا يستوي أصحاب النار وأصحاب الجنة أصحاب الجنة هم الفائزون﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ فاطر:۱۹تا۲۲۔

(۲) سورۃ الزمر:۹۔

(۳) سورۃ الحشر:۲۰۔

دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت والے ہی کامیاب وکامراں ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حق اور ہدایت کا ظاہری حسی نور کی طرح ایک نور ہوتا ہے جس سے حق پرست کا دل منور ہوتا ہے اور اس نور سے باطل کی تمام راہیں تاریک اور حق کی راہ روشن نظر آتی ہے۔

زیر نظر کتاب میں مصنف موصوف شیخ سعید بن علی القحطانی حفظہ اللہ نے نور وظلمات سے متعلق آیات واحادیث کو جمع کیا ہے اور مفسرین قرآن اور شارحین سنت کے اقوال کی روشنی میں ان کی تفسیر وتشریح فرمائی ہے۔

کتاب اپنے موضوع پر ایک مفید رسالہ ہے جس سے طالبان علم اور عوام دونوں مستفید ہو سکتے ہیں۔

راقم کی یہ دسویں طالبعلمانہ کاوش ہے جو اللہ کی توفیق سے زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے، میں سب سے پہلے اپنے اللہ ذوالجلال کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی توفیق اور مدد سے کتاب کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی وتربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وعقبیٰ کی بھلائیوں سے نوازے اور اسے ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اسی طرح اپنی

اہلیہ، اہل خانہ، اساتذۂ کرام اور جملہ معاونین کا شکر ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔(آمین)

بعدہ فاضل بھائی جناب فضیلۃ الشیخ عبدالہادی بن عبدالخالق مدنی حفظہ اللہ (داعیہ ومترجم مکتب توعیۃ الجالیات بالاحساء) کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود انتہائی شرح صدر کے ساتھ کتاب پر نظر ثانی کی اور تصحیح فرمائی، فجزاہ اللہ خیرا۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ اردو داں حلقہ کو فائدہ پہنچائے نیز اس کے مؤلف، مترجم، مصحح، ناشر اور جملہ معاونین کو اخلاص قول وعمل کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

وصلى الله وسلـــــم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

مدینہ طیبہ: ابوعبداللہ/عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی

۲/شوال بروز جمعرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمۃ

إن الحمد لله ، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، وسيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد :

''کتاب وسنت میں نور وظلمات'' کے بیان میں یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں میں نے ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا ذکر کیا ہے جن میں نور وظلمات کا ذکر آیا ہے، میں نے آیات کی تفسیر اور اسی طرح احادیث کی شرح کی ہے نیز ائمۂ تفسیر اور شارحین سنت کے اقوال کی روشنی میں ان کی وضاحت کی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے ہمارے نبی محمد ﷺ پر وحی نازل

فرمائی ہے اور اسے ''روح'' کا نام دیا ہے، کیونکہ روح سے جسموں کو زندگی ملتی ہے اور قرآن کریم سے دلوں اور روحوں کو زندگی ملتی ہے نیز اس سے دین' دنیا اور آخرت کی مصلحتیں زندہ رہتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اسے نور اور روشنی قرار دیا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے، چنانچہ وہ اس کے ذریعہ کفر' شبہات اور ضلالت کی تاریکیوں میں روشنی اور صراط مستقیم کی رہنمائی حاصل کرتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وکذلک أوحینا إلیک روحاً من أمرنا ما کنت تدري ما الکتاب ولا الإیمان ولکن جعلناه نوراً نهدي به من نشاء من عبادنا و إنک لتهدي إلی صراط مستقیم، صراط الله الذي له ما في السماوات وما في الأرض ألا إلی الله تصیر الأمور﴾(۱)۔

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے' آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن

(۱) سورۃ الشوریٰ: ۵۲، ۵۳۔

ہم نے اسے نور بنایا' اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں' ہدایت دیتے ہیں' بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کررہے ہیں۔ اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ہے، آگاہ رہو سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

اور اللہ عزوجل لوگوں کو وحی کے ذریعہ جہالت، کفر اور بداخلاقی کی تاریکیوں سے نکال کر علم' ایمان اور اخلاق حسنہ کی روشنی کی طرف لاتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الٓر کتاب أنزلناه إلیک لتخرج الناس من الظلمات إلی النور بإذن ربهم إلی صراط العزیز الحمید﴾(۱)۔

الٓر! یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں، ان کے رب کے حکم سے، زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔

میں نے اس رسالہ کو دو مباحث میں تقسیم کیا ہے:

(۱) سورۃ ابراہیم: ۱۔

پہلا مبحث: نور وظلمات قرآن کریم میں۔

دوسرا مبحث: نور وظلمات سنت نبویہ میں۔

میں اللہ کریم سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اسے مبارک، مقبول اور میرے لئے اور جس شخص تک بھی یہ کتاب پہنچے اس کے لئے نفع بخش بنائے، وہ سخی، صاحب کرم اور سب سے بہتر ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے اور تمام تعریفیں اللہ دونوں جہاں کے رب کے لئے لائق زیبا ہیں، کامل واکمل درود وسلام ہوں پوری انسانیت کے سردار ہمارے نبی محمد (ﷺ) پر، آپ کے تمام آل واصحاب پر اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

مؤلف

بروز منگل بوقت چاشت، مطابق ۱۶/۱۰/۱۴۱۹ھ

پہلا مبحث:

نور وظلمات قرآن کریم میں

اللہ کی کتاب (قرآن کریم) میں نور وظلمت کا ذکر بہت ساری آیات میں آیا ہے، جس میں نور کے حصول کی خاطر کوشش اور اللہ سے اس کا سوال کرنے کی ترغیب نیز تاریکیوں سے دور رہنے اور ان سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا پتہ چلتا ہے، ان میں سے چند آیات درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ عزوجل نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿مثلـــهم كمثل الذي استوقد ناراً فلما أضاء ت ما حوله ذهب الله بنـــــورهم وتركهم في ظلمات

لا يبصرون، صم بكم عمي فهم لا يرجعون﴾(۱)۔

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی' پس جب آس پاس کی چیزیں روشن ہوگئیں تو اللہ نے ان کے نور کو ختم کر دیا اور انھیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جو نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے گونگے' اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔

حضرات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ، مقاتل، ضحاک اور سدی رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نفاق میں ان منافقوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی تاریک رات میں کسی صحراء میں آگ روشن کرے، اس سے حرارت حاصل کرے اور اسے اپنے اردگرد کی چیزیں نظر آنے لگیں، اور (نتیجۃً) جس چیز سے وہ خائف تھا وہ خوف اس سے جاتا رہے' اور ابھی اسی حال میں ہو کہ یکا یک اس کی آگ گل ہوجائے اور وہ تاریکی میں حیران و پریشان اور سراسیمہ پڑا رہ جائے، چنانچہ اسی طرح منافقین بھی

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۷، ۱۸۔

ہیں کہ کلمۂ ایمان (شہادتین) کے اظہار سے ان کے مال واولاد محفوظ ہوئے، مومنوں کے ساتھ شادی بیاہ اور وراثت کے معاملات طے پائے، اموال غنیمت میں ان کے ساتھ حصہ بٹایا، یہ ان کا نور ہے، اور جب یہ منافقین مریں گے تو پھر دوبارہ اسی تاریکی اور خوف وہراس سے دوچار ہوں گے(۱)۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ''آیت کریمہ کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو قتادہ اور ضحاک نے کی ہے، اور جو حضرت علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے(۲)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ان منافقین نے اللہ' اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں' رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان ظاہر کیا' جس کے

(۱) تفسیر البغوی، ۱/۵۳۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱/۳۲۴، اور ان کے قول کے لئے اپنی سند ۱/۳۲۳ میں ذکر کیا ہے۔

سبب دنیا میں ان کی جان و مال کی حفاظت اور ان کی نسل کی امن وسلامتی کا
فیصلہ کیا گیا، بعینہ اسی طرح جس طرح آگ روشن کرنے والا آگ سے
روشنی حاصل کرلے یہاں تک کہ جب اس کی روشنی سے فائدہ اٹھالے اور
اپنے اردگرد کی چیزیں دیکھ لے تو اس کی آگ بجھ جائے اور اس کی روشنی
جاتی رہے، اور حسب سابق دوبارہ تاریکی اور حیرانی میں مبتلا ہوجائے،
چنانچہ اللہ عزوجل قیامت کے روز ان کی روشنی گل کردے گا اور وہ مومنوں
سے ٹھہرنے (انتظار کرنے) کا مطالبہ کریں گے تاکہ ان کے نور سے روشنی
حاصل کرسکیں، تو ان سے کہا جائے گا: اپنے پیچھے کی طرف پلٹو اور روشنی
تلاش کرو(۱)، چنانچہ وہ آخرت میں قبر کی تاریکی، کفر کی تاریکی، نفاق کی
تاریکی اور قسم قسم کے گناہوں کی تاریکیوں سے دوچار ہوں گے(۲)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱/۳۲۶، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱/۲۳۰۔

(۲) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۷۔

تھے اور پھر ایمان کے بعد کفر کیا تھا، چنانچہ رقمطراز ہیں: ''اس مثال کی
تقدیر (وضاحت) یوں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ہدایت کے
بدلے گمراہی خریدنے (اپنانے) اور بصیرت کے بعد اندھے پن کا شکار
ہوجانے میں ان کی تشبیہ اس شخص سے دی ہے جو آگ روشن کرے اور جب
اس کے اردگرد روشنی پھیل جائے اور وہ اس سے فائدہ اٹھالے اور اپنے
دائیں بائیں کی چیزیں دیکھ لے اور اس سے خوش ہوجائے اور ابھی وہ اسی
حالت میں ہو کہ یکا یک اس کی آگ گل ہوجائے اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے
میں ہوجائے، نہ اسے نظر آئے اور نہ ہی وہ راستہ پا سکے، اس پر مستزاد یہ کہ وہ
بہرا ہو سن نہ سکے، گونگا ہو بول نہ سکے، اندھا ہو جسے روشنی کے باوجود بھی نظر نہ
آئے، جس کے سبب وہ اپنی پہلی جگہ لوٹ بھی نہ سکتا ہو، چنانچہ ہدایت کے
عوض ضلالت اور راہ راست کے بدلے گمراہی اختیار کرنے میں یہ منافقین
بھی اسی طرح ہیں، اور اس مثال سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ
ایمان لائے تھے پھر (دوبارہ) کفر اختیار کرلیا تھا''(۱)۔

(۱) تفسیر القرآن العظیم، ۱/۵۱۔

نیز (امام ابن کثیر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ''امام ابن جریر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہاں جن کی مثال بیان کی گئی ہے وہ کبھی بھی ایمان سے بہرہ ور نہ ہوئے تھے' اور انھوں نے اس پر (درج ذیل) فرمان باری سے استدلال کیا ہے:

﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين﴾ (۱)۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

جبکہ درست بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ان کے حالت نفاق اور کفر کی خبر دی جا رہی ہے، اور اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی ہے کہ وہ اس سے قبل کبھی ایمان سے بہرہ ور ہوئے ہوں اور پھر محروم کر دیئے گئے ہوں، اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہو، امام ابن جریر رحمہ اللہ کو یہ آیت کریمہ مستحضر نہ تھی:

---

(۱) سورۃ البقرہ:۸۔

﴿ذلک بأنهم آمنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون﴾ (۱)۔

یہ اس لئے کہ یہ ایمان لائے، پھر کفر کیا، چنانچہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، تو وہ سمجھنے کے لائق ہی نہ رہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کی بات ختم ہوئی (۲)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان کی حالت کے مطابق ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی ہو' یعنی وہ شخص گھپ اندھیرے میں ہو اور آگ کی ضرورت شدید تر ہو، چنانچہ وہ کسی اور سے آگ روشن کرائے' خود اس کے پاس تیار بھی نہ ہو بلکہ اس سے خارج ہو، چنانچہ جب آگ سے اس کے آس پاس کی جگہ روشن ہو جائے اور وہ اپنی جائے قیام اور اس کی خوفناکیوں اور خطرناکیوں کو دیکھ لے اور اس سے مامون ومحفوظ ہو جائے' اور اس سے فائدہ اٹھا لے' اس سے اس کی آنکھ

---

(۱) سورۃ المنافقون:۳۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم، ۱/۵۱۔

ٹھنڈی ہوجائے' اور وہ یہ محسوس کرلے کہ حالات اس کے قابو اور بس میں ہیں' اور ابھی وہ اسی حال میں ہو کہ اچانک اللہ تعالیٰ اس کی روشنی غائب کردے اور اس سے اس کا نور زائل ہوجائے، اور اسی کے ساتھ اس کی خوشی ومسرت بھی جاتی رہے اور وہ بڑی سخت تاریکی میں جلانے والی آگ کے پاس پڑا رہ جائے، ایسی آگ جس کی چمک اور روشنی جا چکی ہو محض جلانے کا وصف ہی باقی رہ جائے، اور نتیجہ یہ ہو کہ وہ رات کی تاریکی' بدلی کی تاریکی' بارش کی تاریکی اور روشنی کے بعد آنے والی تاریکی جیسی متعدد تاریکیوں میں جا پڑے' تو ایسے شخص کی کیا حالت ہوگی؟؟

چنانچہ اسی طرح یہ منافقین بھی ہیں کہ انھوں نے مومنوں سے ایمان کی روشنی مانگی جبکہ خود ان کا یہ وصف نہ تھا اور وقتی طور پر اس سے روشنی حاصل کی' فائدہ اٹھایا جس کے نتیجے میں ان کے خون معاف کردیئے گئے، ان کے اموال کی حفاظت ہوگئی، اور دنیا میں بھی ایک قسم کا امن حاصل ہوا، اور ابھی اسی حالت میں تھے کہ یکا یک موت نے ان پر حملہ کیا اور ان سے اس نور سے فائدہ اٹھانا سلب کرلیا، اور وہ ہر طرح کے فکروغم اور عذاب سے

دوچار ہوئے، اور انہیں قبر کی تاریکی' کفر کی تاریکی' نفاق کی تاریکی اور قسم قسم کے گناہوں کی تاریکیوں کا سامنا کرنا پڑا اور (یہی نہیں بلکہ) اس کے بعد جہنم کی تاریکی کا سامنا کرنا پڑا جو کہ انتہائی بدترین جائے سکونت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ﴿صم﴾ یعنی خیر وبھلائی کی سماعت سے بہرے' ﴿بکم﴾ بھلائی کی بات کہنے سے گونگے اور ﴿عمي﴾ یعنی حق کے مشاہدہ سے اندھے ہیں، ﴿فهم لا يرجعون﴾ لہٰذا وہ پلٹ نہیں سکتے، کیونکہ انہوں نے حق کی معرفت کے بعد حق کو ترک کردیا اور پس پشت ڈال دیا ہے، اس لئے وہ اس کی طرف نہیں پلٹ سکتے، برعکس اس کے جس نے جہالت کی بنیاد پر حق کو ترک کردیا ہو' اسے اس کی سمجھ ہی نہ ہو، تو ایسا شخص ان کی بہ نسبت حق کی قبولیت سے قریب تر ہوتا ہے''(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دشمن منافقوں کو ان لوگوں سے تشبیہ دی ہے جنھوں نے آگ روشن کی ہو' جس سے وہ روشنی حاصل کرسکیں اور فائدہ اٹھا سکیں، اور جب آگ روشن

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۷۔

ہوجائے تو وہ اس کی روشنی میں اپنے نفع ونقصان کی چیزیں دیکھ لیں' اور چونکہ وہ مسافر تھے جو راستہ کھو بیٹھے تھے اور اس غرض سے آگ روشن کی تھی کہ راستہ دیکھ سکیں اس لئے حیرانی اور راستہ کھونے کے بعد راستہ بھی دیکھ لیں، چنانچہ جب آگ سے ان کی روشنی کا سامان ہوجائے اور وہ راستہ دیکھ لیں تو یہ روشنیاں گل ہوجائیں اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھٹکتے رہ جائیں اور ان کے لئے ہدایت وراہیابی کے تینوں دروازے بند ہوجائیں؛ کیونکہ ہدایت بندے کے اندر تین راہوں سے داخل ہوتی ہے، ایک جسے وہ اپنے کان سے سنتا ہے، دوسرے جسے وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور تیسرے جسے وہ اپنے دل سے سمجھتا ہے، اور جب ان لوگوں پر ہدایت کے سارے دروازے بند ہوچکے ہیں تو ان کے دل نہ کچھ سن سکتے ہیں' نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے حق میں نفع بخش چیزیں سمجھ سکتے ہیں''(۱)۔

نیز امام ابن القیم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کو' اپنے رسول کو' اپنے دین کو اور اپنی ہدایت کو نور قرار دیا ہے، اور

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ، ۲/۶۳۔

اللہ عزوجل کے ناموں میں ایک نام بھی ''النور'' ہے اور نماز بھی نور ہے، چنانچہ اللہ عزوجل کے ان کے نور کو سلب کرلینے سے یہ سارے انوار ختم ہوجائیں گے''(۱)۔

نیز آپ نے بیان فرمایا ہے کہ: ''رسولوں کی اطاعت سے خروج (اعراض) کرنے والے دس قسم کی تاریکیوں میں بھٹکیں گے، طبع کی تاریکی' جہالت کی تاریکی' خواہش نفس کی تاریکی' قول کی تاریکی' عمل کی تاریکی' داخل ہونے کی تاریکی' نکلنے کی تاریکی' قبر کی تاریکی' قیامت کی تاریکی' اور دار قرار (جہنم) کی تاریکی، چنانچہ تاریکی انہیں تینوں مراحل (دنیا' برزخ اور آخرت) میں لازم (گھیرے ہوئے) ہوگی، جبکہ رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کے متبعین دس قسم کی روشنیوں میں دادعیش دیں گے، اور اس امت (محمدیہ) اور اس کے نبی (محمد ﷺ) کے لئے ایسا نور ہوگا جو اس کے علاوہ کسی اور امت کے لئے نہ ہوگا اور اس امت کے نبی (محمد ﷺ) کے لئے ایسا نور ہوگا جو آپ کے علاوہ کسی اور نبی کے

(۱) مرجع سابق، ۲/۳۵، نیز دیکھئے: ۲/۴۴۔

لئے نہ ہوگا‘‘(۱)۔

(۲)اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أو كصيب من السماء فيه ظلمات ورعد وبرق يجعلون أصابعهم في آذانهم من الصواعق حذر الموت والله محيط بالكافرين، يكاد البرق يخطف أبصارهم كلما أضاء لهم مشوا فيه وإذا أظلم عليهم قاموا ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم إن الله على كل شيء قدير﴾(۲)۔

یا آسمانی بارش کی طرح جس میں تاریکیاں اور گرج اور بجلی ہو، یہ موت سے ڈر کر کڑاکے کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے، جب ان کے لئے روشنی

(۱)مرجع سابق،۲/۴۳۔

(۲)سورۃ البقرہ:۱۹،۲۰۔

کرتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو بیکار کر دے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

یہ ایک دوسری مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے بیان فرمائی ہے، مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آگ روشن کرنے والے سے ان کی تشبیہ دیں اور چاہیں تو ’’اہل صیب‘‘ یعنی بارش والوں سے ان کی تشبیہ دیں۔

’’صیب‘‘ کے معنیٰ آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے ہیں، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ (آیت کریمہ کی ابتدا میں) ’’أَوْ‘‘(یا) بمعنیٰ واوٴ یعنی اور کے ہیں، مقصود یہ ہے کہ (آگ روشن کرنے والے) اور بارش (دونوں) سے ان کی تشبیہ دیں، ﴿فيه ظلمات﴾ (جس میں تاریکیاں ہوں) یعنی شب کی تاریکی، بدلی کی تاریکی اور بارش کی تاریکی، ﴿ورعد﴾ (گرج) بادل سے سنائی دینے والی آواز کو کہتے ہیں، ﴿وبرق﴾ (اور بجلی، چمک)

’’برق‘‘ بادل کے ساتھ نظر آنے والی تیز چمک اور روشنی کو کہتے ہیں، ﴿كلما أضاء لهم﴾ یعنی جب جب ان تاریکیوں میں بجلی چمکتی ہے ﴿مشوا فيه﴾ تو وہ اس کے سہارے چلتے ہیں' ﴿وإذا أظلم عليهم قاموا﴾ اور جب ان پر تاریکی چھا جاتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں' یعنی حیران و پریشان ہو کر ٹھہر جاتے ہیں (۱)۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالی نے کفر و نفاق میں ان کی مثال کچھ ایسے لوگوں سے دی ہے جو تاریک شب میں کسی چٹیل میدان میں ہوں' ساتھ ہی بارش سے بھی دوچار ہوں جس میں تاریکیاں ہوں' جس کا وصف یہ ہے کہ ایسی صورت میں چلنے والے کے لئے چلنا ممکن نہیں، اور اس میں ’’صواعق‘‘ (سخت قسم کی آواز' بادل کی کڑک) ہوں جس کا وصف یہ ہے کہ اس کی ہولناکی اور خوفناک آواز سننے والے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں،

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، للطبری ۱/۳۳۳ تا ۳۶۲، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱/۲۳۳ تا ۲۴۲، وتفسیر البغوی، ۱/۵۳، ۵۴، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۱/۵۳، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۲۷۔

اور ’’برق‘‘ (بجلی) ہو جس کا وصف یہ ہے کہ اندیشہ ہے کہ ان کی نگاہوں کو اچک لے اور تیز چمک سے انہیں بے نور کر دے، یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور اس کے ساتھ کافروں اور منافقوں کے سلوک و برتاؤ کے سلسلہ میں بیان فرمائی ہے، چنانچہ ’’بارش‘‘ قرآن کریم ہے، کیونکہ جس طرح بارش جسموں کی زندگی ہے اسی طرح قرآن کریم دلوں کی زندگی (روح) ہے، اور تاریکیوں سے مراد کفر و شرک (کی غلاظتیں) ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے، اور ’’رعد‘‘ بادل کی کڑک سے مراد وعیدیں اور جہنم کا ذکر وغیرہ ہیں جن سے بندوں کو ڈرایا گیا ہے، اور ’’برق‘‘ بجلی سے مراد قرآن کریم میں بیان کردہ ہدایت و بیان' نیک وعدے اور جنت کا ذکر وغیرہ ہیں، چنانچہ منافقین قرآن کریم کی تلاوت کے وقت (اس کی طرف) دل کے میلان کے خوف سے اپنے کانوں کو بند کر لیا کرتے تھے، کیونکہ ایمان ان کے نزدیک کفر ہے اور کفر موت ہے، ﴿يكاد البرق يخطف أبصارهم﴾ یعنی اندیشہ ہے کہ بجلی ان کے دلوں کو روشن کر دے (۱)۔

(۱) تفسیر البغوی، ۱/۵۴۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ آیت کریمہ کی تفسیر ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''چنانچہ یہی منافقین کی حالت ہے کہ جب وہ قرآن' اس کے اوامر ونواہی' اس کے وعدے' اس کے منع کردہ امور' اور اس کی وعید سنتے ہیں تو اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اس کے امر و نہی اور وعدہ وعید سے اعراض کرتے ہیں، چنانچہ اسکی وعیدیں اسے خوف میں مبتلا کردیتی ہیں اور اس کے وعدے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں، لہٰذا وہ اس سے حسب الامکان حد درجہ اعراض کرتے ہیں، اور اسی طرح اسے ناپسند کرتے ہیں جس طرح بارش والا شخص بادل کی گرج سن کر موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتا ہے، بارش والے کو تو بسا اوقات سلامتی حاصل ہو بھی جاتی ہے لیکن منافقین کے لئے سلامتی کہاں؟ اللہ عزوجل اپنے علم وقدرت کے ذریعہ انہیں گھیرے میں لئے ہوئے ہے، وہ اس سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی اسے عاجز کرسکتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے خلاف ان کے اعمال محفوظ کررہا ہے اور انہیں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا، وہ بہرے پن' گونگے پن اور معنوی اندھے پن سے دوچار ہیں اور ان کے

لئے ایمان کی راہیں مسدود ہیں، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم**﴾ یعنی اگر اللہ چاہے تو ان کی حسی سماعت وبصارت چھین لے' اس سے انہیں دنیوی عقاب (سزا) سے ڈرانا اور تنبیہ کرنا مقصود ہے تاکہ وہ ڈریں اور اپنے بعض شر ونفاق سے اجتناب کریں ﴿**إن الله على كل شيء قدير**﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، لہٰذا کوئی بھی چیز اسے عاجز نہیں کرسکتی، اور اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز چاہتا ہے تو بلا کسی روک ٹوک اور معارض کے کرگزرتا ہے''(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے منافقوں کے لئے بیان کردہ آتش کی مثال ذکر کرنے کے بعد بڑی عمدہ گفتگو فرمائی ہے' چنانچہ رقمطراز ہیں: ''پھر (اللہ) نے پانی کی مثال کے ذریعہ ان کا حال بیان فرمایا' چنانچہ ''اصحاب صیب'' یعنی بارش والوں سے ان کی تشبیہ دی (صیب کے معنی آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے ہیں) جس میں تاریکیاں' کڑک اور بجلی ہو،

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۷۔

چنانچہ ان کی عقل وبصیرت کی کمزوری کے سبب قرآن کریم کی زجرآمیز آیتیں' اس کے وعدوعید' اس کی دھمکیاں' اس کے اوامرونواہی اور تیز قسم کی چیخوں کے مثل اس کا خطاب سخت ہوگیا، اس لئے ان کی حالت اس شخص کی سی ہے جو اس بارش سے دوچار ہو جس میں تاریکی' کڑک اور بجلی ہو، تو وہ اپنی کمزوری اور خوف کے سبب سخت قسم کی چیخ کے ڈر سے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لے''(۱)۔

(۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات إلى النور والذين كفروا أولياؤهم الطاغوت يخرجونهم من النور إلى الظلمات أولئک أصحاب النار هم فيها خالدون﴾(۲)۔

(۱) امثال القرآن، ص ۱۸، نیز دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلہ والجہمیہ، لابن القیم، ۲/ ۶۸، اس میں بڑی مفید بات مذکور ہے۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۵۷۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی (دوست) ہے انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے' اور کافروں کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لاتے ہیں' یہ جہنمی لوگ ہیں جو اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل مومنوں کا معاون ومددگار ہے' اپنی نصرت وتوفیق کے ذریعہ ان کی دیکھ ریکھ کرتا ہے اور انہیں کفر' شرک اور ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان' توحید اور ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کو کفر کی مثال قرار دیا ہے، کیونکہ تاریکیاں آنکھوں کو چیزوں کے ادراک واثبات سے مانع ہوتی ہیں، اسی طرح کفر بھی دلوں کی بصارت کو ایمان کے حقائق کے ادراک اور اس کی صحت کے اسباب کی معرفت سے مانع ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کا ولی' انہیں ایمان کی حقیقت' اس کی راہوں' اس کی دلیلوں کا دکھانے والا' ہدایت دینے اور پھر ان سے کفر کے اسباب اور دل کی بصیرت پر پڑنے والے دبیز پردوں کی تاریکیاں ختم کر کے ان کے شکوک وشبہات زائل

کرنے والے دلائل وبراہین کی توفیق دینے والا ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت کا انکار کرکے اس کا کفر کیا ان کے دیکھ ریکھ کرنے والے معاون ومددگار ''طاغوت'' یعنی وہ شرکاء اور بت ہیں جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں، وہ انہیں ایمان کے نور سے نکال کر کفر اور اس کے شکوک وشبہات کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، جو دلوں کی بصارت اور ایمان کی روشنی' اس کی دلیلوں کے حقائق اور اس کی راہوں کے مشاہدہ کے درمیان حائل ہوتے ہیں (۱)۔

(۴) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الناس قد جاء كم برهان من ربكم وأنزلنا إليكم نوراً مبيناً، فأما الذين آمنوا بالله واعتصموا به فسيدخلهم في رحمةٍ منه وفضل ويهديهم إليه صراطاً مستقيماً﴾ (۲)۔

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱/۳۱۸و ۵/۴۲۴، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۳/۲۸۲۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۷۴،۱۷۵۔

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے کھلی دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے لئے روشن نور اتارا ہے، تو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے اپنا لیا' وہ عنقریب انہیں اپنی جانب سے فضل و رحمت میں داخل کرے گا، اور اپنی طرف صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا۔

اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کے پاس اللہ کی طرف سے عذر کو ختم کرنے والی دلیل وبرہان اور شبہات کو زائل کرنے والی حجت آچکی ہے، اور وہ محمد ﷺ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے حجت کے طور پر مبعوث فرما کر لوگوں کے لئے کوئی عذر وبہانہ باقی نہ چھوڑا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایک واضح تابناک روشنی ''قرآن کریم'' بھی نازل فرمایا جو دوٹوک حجت اور ان راہوں کی نشاندہی کرتا ہے جو ان پر چلنے اور ان کی ضیاپاش کرنوں سے روشنی حاصل کرنے والوں کو اللہ کے عذاب اور اس کے دردناک عذاب سے نجات دہندہ امور کی رہنمائی کرتی ہیں (۱)۔

(۱) دیکھئے: جامع البیان، ۹/ ۴۲۷، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۱/۵۶۰۔

اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں پر نازل کردہ (دیگر) کتابوں میں بھی نور بنایا ہے' ارشاد ہے:

﴿إنا أنزلنا التوراة فيها هدى و نور﴾ (۱)۔

بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل من أنزل الكتاب الذي جاء به موسى نوراً وهدى للناس﴾ (۲)۔

آپ پوچھئے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جس کتاب کو لوگوں کے لئے ہدایت اور نور کی حیثیت سے لیکر آئے اسے کس نے اتارا۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں فرمایا:

﴿و آتيناه الإنجيل فيه هدى و نور﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ النور:۴۴۔

(۲) سورۃ الانعام:۹۱۔

(۳) سورۃ المائدہ:۴۶۔

اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔

(تاہم) اللہ عزوجل نے قرآن کریم کو اتار کر ان تمام روشنیوں کو ختم کردیا، چنانچہ وہ سب سے عظیم نور ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وأنزلنا إليک الكتاب بالحق مصدقاً لما بين يديه من الكتاب ومهيمناً عليه فاحكم بينهم بما أنزل الله﴾ (۱)۔

اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ذریعہ کتاب اتاری جو اپنے سے اگلی کتاب کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ ہے، لہٰذا ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ فرمان کے ذریعہ فیصلہ کیجئے۔

(۵) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين﴾ (۲)۔

یقیناً تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور کھلی کتاب آئی ہے۔

---

(۱) سورۃ المائدہ:۴۸۔

(۲) سورۃ المائدہ:۱۵۔

نور سے مراد محمد ﷺ ہیں جن کے ذریعہ اللہ نے حق روشن فرمایا' دین اسلام کو غلبہ وسربلندی عطا فرمائی اور شرک کی بیخ کنی کی، چنانچہ جو ان سے روشنی حاصل کرے وہ اس کے لئے نور ہیں اور حق کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً، وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً﴾ (۱)۔

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو گواہ' خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

آپ کے حق روشن کرنے میں آپ کا یہودیوں کے لئے ان بہت ساری چیزوں کو واضح کرنا بھی شامل ہے جنہیں وہ کتاب میں چھپاتے تھے۔

اور فرمان باری: ﴿و کتاب مبین﴾ ''اور روشن کتاب'' سے مراد وہ

(۱) سورۃ الاحزاب: ۴۵، ۴۶۔

کتاب ہے جس میں ان چیزوں کا بیان ہے جس کے بارے میں ان میں باہم اختلاف تھا، جیسے اللہ کی توحید' اس کے حلال وحرام اور اس کے دین کے احکام، اور وہ (روشن کتاب) قرآن کریم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے جو لوگوں کے لئے ان کے دین سے متعلق ضروری امور کی وضاحت کرتی ہے تاکہ انہیں حق وباطل کا علم ہو جائے (۱)۔

﴿يهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمات إلى النور بإذنه ويهديهم إلى صراطٍ مستقيمٍ﴾ (۲) ۔

جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضاء رب کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہبری

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۰/۱۴۳۔

(۲) سورۃ المائدہ: ۱۶۔

کرتا ہے۔

﴿سبل السلام﴾ یعنی سلامتی کی راہیں، اور ''السلام'' اللہ عزوجل ہے' اور اللہ کی وہ راہ جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے مشروع قرار دیا ہے' انہیں اس کی دعوت دی اور اسے اپنے رسولوں کو دیکر مبعوث فرمایا ہے، وہ ''اسلام'' ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی کا کوئی عمل قبول نہ فرمائے گا اور ''انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کے نور وضوفشانی کی طرف لاتا ہے(١)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کفر' بدعت' نافرمانی' جہالت' اور غفلت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان' سنت' اطاعت' علم اور یاد و بیداری کی روشنی کی طرف لاتا ہے''(٢)۔

(٦) اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

(١) مرجع سابق، ١٠/١٤٥۔

(٢) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ١٨٨۔

﴿الحمد لله الذي خلق السماوات والأرض وجعل الظلمات والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون﴾(١)۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کو لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا' پھر بھی کافر لوگ (غیر اللہ کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''ظلمات ونور'' سے کیا مراد ہے اس سلسلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے' سدی' قتادہ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی روشنی ہے، جبکہ حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کفر وایمان ہے، میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ لفظ دونوں معانی کو شامل ہے''(٢)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین

(١) سورۃ الانعام:١۔

(٢) الجامع لاحکام القرآن، ٦/٣٦١۔

کی تخلیق پر اپنی ذات کی حمد وثنا فرمائی ہے جو کہ اس کی کمال قدرت' وسیع علم ورحمت' اسکی عام حکمت' تخلیق وتدبیر میں اس کی انفرادیت اور نور وظلمات کی تخلیق پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ (نور وظلمت) ظاہری وحسی جیسے رات ودن' آفتاب وماہتاب' اور معنوی جیسے جہالت' شک' شرک' نافرمانی اور غفلت کی تاریکیوں نیز علم' ایمان' یقین اور اطاعت کی روشنی (دونوں) کو شامل ہے، یہ ساری چیزیں اس بات پر قطعی دلالت کناں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اس کے لئے دین کو خالص کئے جانے کا مستحق ہے"(۱)۔

(۷) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِيْ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (۲)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۲۱۲۔

(۲) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مومن کے لئے بیان فرمائی ہے جو مردہ یعنی ضلالت وگمراہی میں حیران وپریشان تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ذریعہ اس کے دل میں زندگی کی روح پھونکی اور اسے اپنی ہدایت دی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت واتباع کی توفیق بخشی (۱)، چنانچہ یہ مومن علم وایمان اور ہدایت کی روح کے فقدان' اللہ کی توحید اور اس کے دین کے احکام سے لاعلمی اور اللہ کے لئے ان چیزوں پر عمل نہ کرنے کے سبب جو اس کی نجات کا ضامن ہو' مردہ دل تھا، تو اللہ تعالیٰ نے جس روح کے ذریعہ اس کے جسم کو زندہ کیا ہے اسکے علاوہ ایک (دوسری) روح کے ذریعہ اسے زندگی عطا فرمائی' اور وہ اسے اسلام کی ہدایت' اللہ اور اس کی توحید'

(۱) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۲/۱۶۳۔

اسکی محبت اور بغیر ساجھی وشریک کے تنہا اس کی عبادت کی معرفت کی روح ہے، نیز اسے ایک نور عطا فرمایا جسے لیکر وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے وہ قرآن اور اسلام کا نور ہے، تو کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو جہالت، کفر، شرک، شک، گمراہی واعراض اور نافرمانیوں کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو، اس سے نکل ہی نہ پاتا ہو، اس پر راستے گڈمڈ اور ہدایت کی راہیں اوجھل ہوگئی ہوں، اور نتیجۃً وہ ہم وغم، حزن وملال اور بدبختی سے دوچار ہو؟؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عقلوں کو ان چیزوں کی تنبیہ فرمائی ہے جن کا انہیں علم وادراک ہوسکتا ہو، وہ یہ کہ دونوں (قسموں کے لوگ) اسی طرح کبھی برابر نہیں ہوسکتے جس طرح لیل ونہار، روشنی وتاریکی اور زندے و مردے برابر نہیں ہوسکتے، گویا یہ کہا جارہا ہے کہ (ایسی صورت میں) کوئی معمولی عقل والا بھی ایسی حالت میں رہنے اور تاریکیوں میں یونہی حیران وپریشان بھٹکنے پر کیسے آمادہ ہوتا ہے؟ پھر اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں، چنانچہ شیطان ہمیشہ ان کے اعمال کو ان کے دلوں

میں مزین وآراستہ کرتا رہا یہاں تک کہ انھوں نے اسے اچھا اور حق سمجھا، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چیز ان کے دلوں میں عقیدہ اور پختہ لازمی وصف کی شکل اختیار کرگئی (۱)۔

(۸) ارشاد باری ہے:

﴿يريدون أن يطفئوا نور الله بأفواههم ويأبى الله إلا أن يتم نوره ولو كره الكافرون﴾ (۲)۔

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گو کافر ناخوش رہیں۔

اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ یہود ونصاریٰ اور ان کے ساتھ جو مشرکین ہیں "وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں" اور اللہ

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۲/ ۸۸، ومدارج السالکین لابن القیم، ۳/ ۲۵۸، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۲/ ۱۶۳ وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۲۳۴۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۳۲۔

کا نور اس کا وہ دین ہے جسے اس نے محمد ﷺ کو دیکر مبعوث فرمایا ہے اور اللہ نے اسے ''نور'' کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ جہالت اور باطل ادیان ومذاہب کی تاریکیوں میں اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ وہ (اسلام) حق کے علم ومعرفت اور اس پر عمل کا نام ہے اور اس نور میں اللہ کی توحید پر دلالت کناں دلائل بھی داخل ہیں، کیونکہ دلائل وبراہین بھی نور ہیں اس لئے کہ ان میں بیان ووضاحت پائی جاتی ہے، چنانچہ یہ یہود ونصاریٰ اور ان کے ہم پیالے وہم نوالے مشرکین چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو محض اپنے باطل اقوال' بحث ومباحثہ اور افترا پردازی کے ذریعہ گل کردیں، ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی آفتاب کی ضیابار کرنوں یا مہتاب کی روشنی کو اپنی پھونک سے بجھانا چاہے، جس کی کوئی صورت ہی نہیں، نہ تو انہیں اپنا مقصود حاصل ہوا اور نہ ہی ان کی عقلیں ناکارگی اور بودے پن سے ہی محفوظ رہیں (۱)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۴/ ۲۳۱، ۲۱۴، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۸/ ۶۱۴، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۲/ ۳۳۴، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۹۵، ۷۹۷۔

ارشاد باری ہے:

﴿ومن أظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى إلى الإسلام والله لا يهدي القوم الظالمين، يريدون ليطفئوا نور الله بأفواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون﴾ (۱)۔

اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ (افتراء) باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔

(۹) ارشاد باری ہے:

﴿قل هل يستوي الأعمى والبصير أم هل تستوي الظلمات والنور﴾ (۲)۔

---

(۱) سورۃ الصف: ۷، ۸۔

(۲) سورۃ الرعد: ۱۶۔

کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتا ہے؟ یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہوسکتی ہے؟۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اندھا اور بینا سے مراد کافر اور مومن ہیں اور تاریکیوں اور روشنی سے مراد ہدایت وگمراہی ہے'' (۱)۔

(۱۰) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كتاب أنزلناه إليک لتخرج الناس من الظلمات إلى النور﴾ (۲)۔

اس کتاب کو ہم نے آپ کی جانب اس لئے اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں: ''تا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں''یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف لائیں'' (۳)۔

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۶/ ۴۰۷۔

(۲) سورۃ ابراہیم :۱۔

(۳) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۶/۵۱۲۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تا کہ آپ لوگوں کو جہالت' کفر' بد اخلاقی اور قسم قسم کے گناہ و معاصی سے نکال کر علم' ایمان اور اچھے اخلاق کی طرف لائیں'' (۱)۔

(۱۱) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولقد أرسلنا موسى بآياتنا أن أخرج قومک من الظلمات إلى النور وذكرهم بأيام الله إن في ذلک لآيات لكل صبار شكور﴾ (۲)۔

(یاد رکھو جب کہ) ہم نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں، اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلائیں، بیشک اس میں ہر صبر وشکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

یعنی انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف بلائیں (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: تیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۳۷۵۔

(۲) سورۃ ابراہیم :۵۔

(۳) جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۶/ ۵۱۸۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی جہالت' کفر اور اس کی فروع (شاخوں) سے نکال کر علم' ایمان اور اس کے تابع امور کی طرف لائیں''(۱)۔

(۱۲) ارشاد باری ہے:

﴿الله نور السماوات والأرض مثل نوره كمشكاة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كأنها كوكب دري يوقد من شجرةٍ مباركةٍ زيتونةٍ لا شرقيةٍ ولا غربيةٍ يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الأمثال للناس والله بكل شيء عليم﴾(۲)۔

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا' اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۳۱۶۔

(۲) سورالنور: ۳۵۔

میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے' نور پر نور ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے' لوگوں (کے سمجھانے) کو یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ﴿الله نور السماوات والأرض﴾ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین والوں کا ہدایت دہندہ ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین یعنی ان میں موجود ستاروں' سورج اور چاند (وغیرہ) کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے۔

۳-اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حقیقی بات یہ ہے کہ ان تمام حیثیتوں سے اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے''(۲)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین والوں کو ہدایت دینے والا ہے، وہ اللہ کے نور ہی کے سبب حق کی راہ پاتے ہیں اور اس کی ہدایت کے ذریعہ گمراہی سے نجات پاتے ہیں، وہ (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں اور زمین کو نورانیت عطا کرنے والا اور ان میں موجود ستاروں' سورج اور چاند کے ذریعہ معاملہ کی تدبیر کرنے والا ہے، وہ بذات خود نور ہے، اس نے اپنی ذات کو نور کے نام سے موسوم کیا ہے اور اپنی کتاب (قرآن کریم)' اپنے رسول (محمد ﷺ) اور اپنے دین (اسلام) کو نور قرار دیا ہے' اور نور ہی کے حجاب سے اپنے بندوں سے اوٹ میں ہے نیز اپنے اولیاء ومحبوب بندوں

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/۱۷۷، وتفسیر البغوی، ۳/۳۴۵، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۱/۲۵۸، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۲۸۰، واجتماع الجیوش الاسلامیہ لابن القیم، ۲/۴۴۔

(۲) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ لابن القیم، ۲/۴۶۔

کی رہائش گاہوں کو چمکتا ہوا نور بنایا ہے(۱)۔

علامہ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا حسی ومعنوی طور پر نور ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بذات خود نور ہے اور اس کا حجاب (بھی) ایسا نور ہے کہ اگر وہ اسے کھول دے تو اس کی چہرے کی ضیابار کرنیں اس کی منتہائے نگاہ تک کی ساری مخلوقات کو جلا کر خاکستر کردیں گی' اسی (اللہ کے نور) کی بدولت عرش وکرسی' آفتاب وماہتاب اور روشنی کو نور عطا ہوا ہے اور اسی سے جنت کو روشنی ملی ہے، اسی طرح معنوی نور کا مصدر ومنبع بھی اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے، چنانچہ اس کی کتاب نور ہے، اس کی شریعت نور ہے، اس کے رسولوں اور مومن بندوں کے دلوں میں ایمان ومعرفت نور ہے' کیونکہ اگر اللہ عزوجل کا نور نہ ہوتا تو تہ بہ تہ تاریکیاں ہوتیں' اور اسی لئے ہر وہ جگہ جہاں اللہ کے نور کا فقدان ہے وہاں تیرگی وتاریکی چھائی ہوئی ہے''(۲)۔

(۱) دیکھئے: مرجع سابق، ۲/۴۴۔

(۲) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۷۔

اللہ عزوجل کی طرف نور کی نسبت دوطرح سے کی جاتی ہے:

ایک صفت کی نسبت موصوف کی طرف اور دوسرے مفعول کی اضافت فاعل کی طرف۔

پہلے کی مثال جیسے اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿وأشرقت الأرض بنور ربها﴾ (۱)۔

اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوجائے گی۔

چنانچہ اللہ کے نور سے زمین کی یہ روشنی قیامت کے روز ہوگی جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصلہ فرمانے کے لئے جلوہ افروز ہوگا (۲)۔

اللہ تعالیٰ کے لئے نور کی صفت اور فعل کے اثبات نیز یہ کہ اللہ عزوجل آسمانوں' زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کا نور اور انہیں نورانیت عطا کرنے والا ہے' کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے متعدد حدیثیں ثابت ہیں:

(۱) سورۃ الزمر: ۶۹۔

(۲) دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیۃ ، ۲/ ۴۵۔

۱- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ رات میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو فرماتے:

''اللهم لک الحمد أنت نور السماوات والأرض ومن فيهن، ولک الحمد أنت قيم السماوات والأرض ومن فيهن ...'' الحدیث (۱)۔

اے اللہ ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں' تو آسمانوں' زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کا نور ہے' اور تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں' تو آسمانوں' زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کا سنبھالنے والا ہے...حدیث طویل ہے۔

۲- حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان پانچ باتیں ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے' اور فرمایا:

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب التہجد ، باب التہجد باللیل، ۱/ ۵۳۲، حدیث (۱۱۲۰)، ومسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، حدیث (۷۶۹)۔

"إن الله عز وجل لا ينام ولا ينبغي له أن ينام، يخفض القسط ويرفعه، يرفع إليه عمل الليل قبل عمل النهار، وعمل النهار قبل عمل الليل، حجابه النور، لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه"(۱)۔

بیشک اللہ عزوجل نہیں سوتا' اور نہ ہی سونا اس کے شایان شان ہی ہے' وہ میزان عدل کو پست وبلند کرتا ہے' اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے' اس کا حجاب نور ہے' اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی ضوفشانیاں اس کی منتہائے نگاہ تک کی ساری مخلوقات کو جلا کر رکھ دیں گی۔

چنانچہ اللہ عزوجل کو نیند نہیں آتی ہے' وہ اس سے منزہ اور پاک ہے، ارشاد باری ہے:

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ ﷺ: "ان اللہ لا ینام" ۱/۱۶۲، حدیث (۱۷۹)۔

﴿الله لا إله إلا هو الحي القيوم لا تأخذه سنة ولا نوم﴾(۱)۔

اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں' وہ زندہ' تھامنے والا ہے، اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔

"سنة" کے معنیٰ اونگھ کے ہیں' وہ (اللہ) عزوجل میزان کو جھکاتا اور بلند کرتا رہتا ہے' اور (حدیث میں) میزان کو "قسط" یعنی انصاف اس لئے کہا گیا ہے کہ "قسط" کے معنیٰ عدل وانصاف کے ہیں اور میزان سے ہی انصاف قائم ہوتا ہے، مقصود یہ ہے کہ میزان میں جو بندوں کے بلند اعمال اور پست روزیاں وزن کی جاتی ہیں (ان کے سمیت) اللہ تعالیٰ میزان کو بلند اور پست کرتا رہتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ "قسط" سے مراد وہ روزی ہے جو ہر مخلوق کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ اسے پست کر کے کم کر دیتا ہے اور بلند کر کے کشادہ کر دیتا ہے، واللہ اعلم (۲)۔

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۵۵۔

(۲) دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، ۳/۱۶۔

نیز اللہ کی طرف رات کا عمل اس (رات) کے بعد آنے والے دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل اس (دن) کے بعد آنے والی رات کے عمل سے پہلے اٹھایا (پیش کیا) جاتا ہے، کیونکہ نگراں فرشتے رات ختم ہونے کے بعد اس (رات) کے اعمال لیکر دن کے شروع میں (آسمان کی طرف) چڑھتے ہیں اور دن ختم ہونے کے بعد اس کے اعمال لیکر رات کے شروع میں چڑھتے ہیں، واللہ اعلم (۱)۔

اور اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے، یعنی وہ حجاب جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کے درمیان حائل اور اسے ڈھانپے ہوئے ہے' وہ نور ہے اور اس کے چہرے کی چمک اس کا نور وجلال ہے، اگر اللہ تعالیٰ نور کے نام سے موسوم اس حجاب کو ہٹا دے اور اپنی مخلوق کے سامنے جلوہ افروز ہو جائے تو اس کے چہرے کی چمک اور تاباں کرنیں اس کی ساری مخلوق کو جلا کر رکھ دیں گی، کیونکہ اس کی نگاہ تمام کائنات کو محیط ہے (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: مرجع سابق، ۳/ ۱۷۔

(۲) دیکھئے: مرجع سابق، ۳/ ۱۷۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نور أنی أراہ'' وہ ایک نور تھا' میں اسے کہاں دیکھ سکتا ہوں!! اور ایک روایت میں ہے: ''رأیت نوراً'' میں نے محض نور دیکھا ہے (۱)۔

معنیٰ یہ ہے کہ اس کا حجاب نور ہے تو اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں (۲)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''...میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ انھوں نے فرمایا: اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ نور تھا' یا اللہ عزوجل کے دیدار کے درمیان نور حائل ہو گیا تو میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں'' (۳)۔

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿مثل نورہ﴾ میں ''ہ'' ضمیر کی تفسیر میں کئی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ ﷺ: ''نور أنی أراہ''، ۱/ ۱۶۱، حدیث (۱۷۸)۔

(۲) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۳/ ۱۵۔

(۳) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلة والجھمیہ، ۲/ ۴۷۔

باتیں کہی گئی ہیں:

۱-اللہ کے نور کی مثال: یعنی مومن کے دل میں اللہ کی ہدایت کی مثال۔

۲-مومن کے نور، جو اس کے دل میں قرآن اور ایمان کی شکل میں ہے اس کی مثال۔

۳-محمد ﷺ کے نور کی مثال۔

۴-قرآن کریم کے نور کی مثال (۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ ضمیر ''ھاء'' اللہ عزوجل کی طرف لوٹتی ہے، اور معنیٰ ہے بندہ کے دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نور کی مثال، اور اللہ کے بندوں میں سے اس کے نور سب سے عظیم حصہ اور نصیبہ والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں، چنانچہ اس صورت میں ضمیر ''ھاء'' مذکور یعنی صدر کلام کی طرف لوٹنے کے ساتھ ساتھ (سابقہ) تینوں تقدیرات کو شامل ہے اور یہ تفسیر لفظی ومعنوی دونوں طور پر مکمل ہے، اس نور کی اضافت

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۷۸، ۱۷۹، تفسیر البغوی، ۳/ ۳۴۵، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۱/ ۲۶۱، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۰۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب کی جائے گی کیونکہ وہ نور کا محل ہے اور مومن کی طرف کی جائے گی کیونکہ وہ اسے قبول کرنے والا ہے، چنانچہ نور کی نسبت اس کے عطا کرنے اور قبول کرنے والے دونوں کی طرف کی جائے گی، اس نور کے دینے والے، قبول کرنے والے، اس کا محل، اس پر آمادہ کرنے والے اور مادہ سب ہیں، اور آیت کریمہ تفصیلی طور پر ان تمام چیزوں کے بیان پر مشتمل ہے، چنانچہ فاعل (عطا کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہے جو انوار لٹانے والا جسے چاہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے، اور قبول کرنے والا بندۂ مومن ہے، قبولیت کا محل اس کا دل ہے، اس پر آمادہ کرنے والی شے اس کی ہمت اور عزم وارادہ ہے، اور مادہ بندہ کا قول وعمل ہے'' (۱)۔

ارشاد باری ﴿کمشکاۃ فیھا مصباح المصباح في زجاجة﴾ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱-''مشکاۃ'' ہر اس طاق کو کہتے ہیں جس میں شگاف (راستہ) نہ ہو، یہ مثال اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے لئے بیان فرمائی ہے، چراغ آپ کا دل

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/ ۴۹، ۵۰۔

ہے اور شیشہ کی قندیل آپ کا سینۂ مبارک ہے۔

۲- ''مشکاۃ'' مومن کا سینہ ہے اور چراغ قرآن کریم اور ایمان ہے، اور شیشہ مومن کا دل ہے۔

۳- یہ مومن کی مثال ہے، البتہ چراغ اور جو کچھ اس میں ہے وہ مومن کے دل کی مثال ہے اور مشکاۃ (طاق) اس کے پیٹ کے مثال ہے اور ''نور پر نور'' سے مراد اس کا ایمان وعمل ہے۔

۴- یہ مومن کے دل میں قرآن کی مثال ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ'' ان (مذکورہ) اقوال میں سے درستگی سے قریب ترین قول ان لوگوں کا ہے جنھوں نے یہ کہا ہے کہ یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں قرآن کی مثال ہے، چنانچہ فرمایا کہ: مومنوں کے دلوں میں اللہ کے نور کی مثال جس کے ذریعہ اس نے اپنے بندوں کے لئے ان کی طرف نازل کردہ ہدایت کا راستہ روشن کیا اور وہ اس پر ایمان لائے اور اس میں نازل کردہ باتوں کی تصدیق کی، طاق کی مانند ہے، اور مشکاۃ (طاق) بتّی میں ہونے والی شیشہ کی

ستون ہے، کیونکہ وہ دیواروں میں ہونے والے اس طاق کے مشابہ ہوتا ہے جس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا اور اس ستون کو ''طاق'' محض اس لئے قرار دیا ہے کہ اس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا، وہ اندر سے خالی اور اوپر سے کھلا ہوتا ہے چنانچہ وہ دیوار میں ہونے والے اس طاق کی مانند ہے جس میں راستہ نہیں ہوتا۔

فرمان باری تعالیٰ ﴿فیھا مصباح﴾ میں مصباح کے معنیٰ چراغ کے ہیں اور چراغ کو مثال کے طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ مومن کے دل میں قرآن اور روشن آیات ہوا کرتی ہیں۔

فرمان باری ﴿المصباح في زجاجة﴾ یعنی جس طاق میں چراغ ہے وہ طاق شیشہ کی قندیل میں ہے، وہ قرآن کے مثل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ قرآن جو مومن کے دل میں ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے دل کو منور کیا ہے وہ سینہ میں ہے، پھر اللہ عزوجل نے اللہ کے ساتھ کفر اور شک سے پاک وصاف ہونے، نور قرآنی اور اپنے رب کی روشن آیات سے منور ہونے اور ان آیات سے نصیحت وموعظت حاصل کرنے میں سینہ

کو روشن ستارے کے مانند قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا﴿الزجاجة﴾ شیشہ کی قندیل، یہ مومن کا سینہ ہے جس میں اس کا دل ہوتا ہے گویا کہ وہ روشن چمکتے ستارے کے مانند ہے''(۱)۔

فرمان باری﴿يوقد من شجرةٍ مباركةٍ زيتونةٍ لا شرقيةٍ ولا غربيةٍ﴾

اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱- مشرقی مغربی ہے' صبح میں آفتاب اسی پر طلوع ہوتا ہے اور اسی پر غروب ہوتا ہے، چنانچہ صبح وشام اس پر سورج کی حرارت پڑتی ہے اور یہ اس کی زینت کے لئے بہتر ہے۔

۲- یہ درختوں کے درمیان ایک درخت ہے' نہ مشرقی جانب ہے اور نہ ہی مغربی جانب۔

۳- یہ ایک درخت ہے جو دنیا کے درختوں میں سے نہیں ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان میں سے مناسب ترین قول ان

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۹/۱۸۴، قدرے تصرف کے ساتھ۔

لوگوں کا ہے جنھوں نے کہا ہے کہ یہ مشرقی مغربی ہے، نیز فرمایا کہ: اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ مشرقی نہیں ہے کہ اس پر سورج کی دھوپ شام کے وقت ہی پڑے صبح نہ پڑے، بلکہ سورج اس پر طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی، چنانچہ وہ مشرقی مغربی ہے''(۱)۔

فرمان باری﴿نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الأمثال للناس والله بكل شيء عليم﴾۔

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ کی جانب سے نور ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کی طرف نازل فرمایا ہے جس سے وہ روشنی حاصل کرتے ہیں'﴿على نور﴾ ''نور پر'' یعنی ان دلائل اور بیان کے بعد جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قرآن کی آمد سے قبل بیان فرمائے تھے، جو اللہ کی وحدانیت کی حقیقت پر دلالت کناں ہیں، چنانچہ یہ ان کے لئے نزول

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۹/۱۸۷، نیز دیکھئے: الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۱/۲۶۱، وتفسیر البغوی، ۳/۴/۳۷، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۲۸۱، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلة والجھمیہ، ۲/۵۱، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۵۱۷۔

قرآن سے قبل اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ بیان اور نور پر اللہ کی جانب سے مزید (دوہری) روشنی اور بیان ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے نور کی اتباع کی توفیق عطا فرماتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں اور تشبیہات بیان کرتا ہے جیسا کہ اللہ نے ان کے لئے بندۂ مومن کے دل میں اس قرآن کریم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی ہے جو طاق میں ہو، اور یہ آیت کریمہ سراپا مثال ہی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ علم کی بنیاد پر مثالیں بیان فرماتا ہے(۱)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ﴿نور علی نور﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''یہ بندہ کا ایمان اور اس کا عمل ہے''؛ چنانچہ وہ پانچ طرح کی روشنیوں میں گھرا ہوتا ہے: اس کا کلام نور ہے، اس کا عمل نور ہے، اس کا مدخل نور ہے، اس کا مخرج نور ہے اور اس کا انجام کار بھی قیامت کے روز نور یعنی جنت ہوگا''(۲)۔

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۸۸۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۱، نیز دیکھئے: تفسیر البغوی، ۳/ ۳۷۴۔

علامہ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کریمہ کی تفسیر پر گفتگو فرمائی ہے (فرماتے ہیں:) ﴿مثل نورہ﴾ اس کے نور کی مثال جس کی طرف وہ رہنمائی فرماتا ہے وہ مومن کے دل میں ایمان اور قرآن کا نور ہے، ﴿کمشکاۃ﴾ اس طاق کی مانند ہے ﴿فیھا مصباح﴾ جس میں چراغ ہو کیونکہ طاق چراغ کی روشنی کو اکٹھا کئے ہوتا ہے منتشر نہیں ہونے دیتا، ﴿المصباح في زجاجة الزجاجة﴾ چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے اور ''شیشہ'' اپنی صفائی اور حسن میں ﴿كأنها كوكب دري﴾ روشن ستارہ کی مانند ہے، یعنی موتی کی طرح روشن ہے ﴿یوقد﴾ وہ چراغ جو اس شیشہ کی قندیل میں ہے ﴿من شجرة مباركة زيتونة﴾ ایک بابرکت زیتون کے درخت سے جلایا جاتا ہے یعنی زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے، جس کی آگ انتہائی روشن ہوتی ہے ﴿لا شرقية﴾ وہ نہ صرف مشرقی ہے کہ دن کے آخری پہر میں اسے سورج کی دھوپ نہ لگے ﴿ولا غربية﴾ اور نہ ہی صرف مغربی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں دھوپ نہ لگے، اور جب دونوں صورتوں کی نفی ہوگئی تو وہ زمین کے درمیانی حصہ میں

قرار پایا‘ جیسے (ملک) شام کا زیتون کہ دن کے اول وآخر دونوں حصوں
میں اسے دھوپ لگتی ہے، چنانچہ وہ بہت ہی عمدہ اور بہتر ہوتا ہے اور اس کا
تیل انتہائی صاف ستھرا ہوتا ہے، اسی لئے فرمایا: ﴿یضيء ولو لم
تمسسه نار﴾ خود ہی روشنی دینے لگے اگر چہ اسے آگ نہ بھی چھوئے،
اور جب آگ بھی لگا دی جائے تو وہ خوب خوب روشنی دے گا، ﴿نور علی
نور﴾ نور پر نور ہے، یعنی آگ کا نور اور تیل کا نور، اللہ عزوجل کی بیان
کردہ اس مثال کی توجیہ اور مومن کی حالت اور اس کے دل میں اللہ کے نور
کی تطبیق (یوں ہے کہ) بندۂ مومن کی فطرت جس پر اس کی پیدائش ہوئی
ہے صاف وشفاف تیل کی مانند ہے، چنانچہ اس کی فطرت صاف اور الٰہی
تعلیمات اور مشروع عمل کے لئے آمادہ اور تیار ہے، چنانچہ جب اس تک
علم اور ایمان پہنچتا ہے تو آگ کے چراغ کی بتّی (فیتہ) کو جلانے کی طرح
وہ نور اس دل میں روشن ہو جاتا ہے، دراں حالیکہ اس کا دل قصد وارادہ اور
اللہ کے بارے میں سوءِ فہم سے پاک وصاف ہوتا ہے‘ جب اس تک ایمان
پہنچتا ہے تو وہ خوب خوب روشنی پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ آلائشوں سے پاک

وصاف ہوتا ہے، بعینہ اسی طرح جس طرح شیشہ کی قندیل صاف ستھری
ہوتی ہے، چنانچہ اس کے لئے فطرت کا نور‘ ایمان کا نور‘ علم کا نور‘ معرفت کی
ستھرائی اور اس کے نور پر نور سب اکٹھا ہو جاتے ہیں، اور جب یہ اللہ کا نور
ہے جو ہر کس وناکس کے لئے درست نہیں ہے تو فرمایا ﴿یهدي الله
لنوره من یشاء﴾ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے،
جس کی صفائی وطہارت کا اسے علم ہوتا ہے نیز یہ کہ وہ اسے پا کر مزید بڑھے
گا اور پروان پائے گا، ﴿ویضرب الله الأمثال للناس﴾ اور اللہ تعالیٰ
لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ (اللہ کے مقصود کو) سمجھ سکیں،
(یہ) محض اللہ کی جانب سے ان پر نرمی اور احسان کے طور پر اور اس لئے
کہ تاکہ حق باطل سے واضح ہو جائے، کیونکہ مثالیں عقلی مفاہیم کو محسوسات
سے قریب کر دیتی ہیں اور بندے انھیں واضح طور پر سمجھ لیتے ہیں، ﴿والله
بکل شيء علیم﴾ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے‘ چنانچہ اس کا علم
تمام چیزوں کو محیط ہے، لہٰذا آپ لوگ جان لیں کہ اس کا مثالوں کو بیان کرنا
اس (ذات) کے مثال بیان کرنے کی طرح ہے جو چیزوں کے حقائق اور

ان کی تفصیلات کا علم رکھتا ہے' نیز یہ کہ یہ مثالیں بندوں کی مصلحت کے لئے ہیں، لہٰذا تمہاری مشغولیت ان میں غور وتدبر کرنے اور انہیں سمجھنے میں ہونی چاہئے نہ کہ ان پر اعتراض اور ان سے معارضہ واختلاف میں' دراں حالیکہ تمہیں علم نہیں'' (۱)۔

اس آیت کریمہ میں شروع سے اخیر تک بڑے عظیم فوائد اور حکمت پر مبنی نہایت بلیغ مثالیں ہیں، اسی لئے امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ عجیب تشبیہ جس پر آیت کریمہ مشتمل ہے' اس میں بڑے اسرار ورموز اور معانی ہیں، اور اللہ نے اپنے بندے کو جو نور عطا فرمایا ہے جس سے سرفراز مندوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور ان کے دل مسرت وشادمانی سے مچلیں گے، اسی کے ذریعہ اپنے بندۂ مومن پر اپنی نعمت کی تکمیل کا اظہار ہے، اور تشبیہ میں ''اہل معانی'' کے دو طریقے ہیں:

۱- تشبیہ مرکب کا طریقہ: یہ طریقہ ماخذ کے اعتبار سے قریب تر اور محفوظ ہے، وہ یہ ہے کہ جملہ کو مجموعی طور پر مومن کے نور سے تشبیہ دیدی

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۷۔

جائے، مشبہ کے اجزاء میں سے ہر جزو کی تفصیل اور اسے مشبہ بہ کے جزو سے موازنہ کرنے سے تعرض نہ کیا جائے، قرآن کریم کی عام مثالیں اسی قبیل سے ہیں' چنانچہ مشکاۃ (طاق) کی صفت میں غور کریں کہ یہ طاق ہے جس میں راستہ نہیں ہوتا' تاکہ روشنی کو اکٹھا کئے رکھے، اور اس طاق میں چراغ رکھا گیا ہے، اور وہ چراغ شیشہ کی ایسی قندیل کے اندر ہے جو اپنی صفائی اور خوبصورتی میں چمکتے ہوئے روشن ستارے کی مانند ہے' اور اس کا مادہ سب سے زیادہ صاف شفاف اور خوب تیز جلنے والے درخت کے تیل کا ہے جو نہ مشرقی ہے اور نہ ہی مغربی' کہ اسے سورج کی دھوپ دن کے دونوں حصوں میں سے کسی ایک حصہ (ہی) میں لگے، بلکہ اسے سورج کی دھوپ انتہائی مناسب ومعتدل انداز میں لگتی ہے، چنانچہ اس درخت کے تیل کی روشنی کی تیزی' صفائی اور حسن کے سبب قریب ہے کہ وہ آگ لگائے بغیر خود ہی روشنی دینے لگے۔

چنانچہ یہ مرکب مجموعہ اللہ کے اس نور کی مثال ہے جسے اس نے اپنے بندہ کے دل میں رکھا ہے اور اسے اس کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔

۲- تشبیہ مفصل کا طریقہ: چنانچہ کہا گیا ہے کہ ''مشکاۃ'' مومن کا سینہ ہے اور ''شیشہ'' اس کا دل ہے اور اس کے دل کو شیشہ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ اس میں باریکی' صفائی اور صلابت ہوتی ہے' اور مومن کا دل بھی اسی طرح ہوتا ہے، اس میں بھی (مذکورہ) تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں: چنانچہ وہ اپنی رحمت اور نرمی کے سبب رحم کرتا ہے' احسان کرتا ہے' محبت کرتا ہے اور مخلوق پر شفقت کرتا ہے، اور اس کی صفائی کے سبب علوم وحقائق کی صورتیں اس میں اپنی اصل شکل وصورت میں نظر آتی ہیں اور صفائی کے اعتبار سے وہ میل کچیل اور گندگی سے دور رہتا ہے اور اپنی صلابت وشدت کے سبب اللہ کے معاملہ میں شدت اور اللہ کی ذات کے سلسلہ میں سختی کا رویہ اپناتا ہے اور اللہ کے دشمنوں پر فولاد ہو جاتا ہے نیز اللہ عزوجل کے واسطے حق انجام دیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دلوں کو برتنوں کی مانند بنایا ہے، جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے: ''دل اللہ کی زمین میں اس کے برتن ہیں، اور اس کے نزدیک محبوب ترین برتن وہ ہیں جو سب سے باریک' سب

سے سخت اور سب سے صاف ستھرے ہوں''(۱)۔ اور ''چراغ'' بندے کے دل میں اللہ کا نور ہے اور ''بابرکت درخت'' ہدایت اور دین حق پر مشتمل وحی الٰہی کا درخت ہے، یہ چراغ کا مادہ ہے جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے، اور ''نور پر نور'' صحیح فطرت اور صحیح ادراک کا نور نیز وحی اور کتاب کا نور ہے، چنانچہ دونوں نور ایک دوسرے میں مل جاتے ہیں تو بندہ کا نور دوبالا ہو جاتا ہے، اسی لئے بندہ اس (وحی) میں جو اثر ہے اسے سننے سے قبل ہی حق وحکمت کی بات کرنے لگتا ہے، پھر جس طرح اس کے دل میں

(۱) خالد بن معدان سے بطریق ابوامامہ مرفوعاً مروی ہے:
''ان لله تبارک وتعالىٰ في الأرض آنية وأحب آنية الله اليه ما رق منها وصفا وآنية الله في الأرض قلوب عباده الصالحين''۔
بیشک زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے برتن ہیں، اور اللہ کا سب سے محبوب برتن وہ ہے جو نرم اور صاف ستھرا ہو، اور زمین میں اللہ کا برتن اس کے نیک بندوں کے دل ہیں۔
کتاب الزہد، از امام احمد، ص۲۸۳، حدیث (۸۲۷)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سندیں ذکر کرنے کے بعد اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۴/۲۶۳، حدیث/۱۶۹۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

جاگزیں ہوتا ہے اور وہ اسے بولتا ہے اس طرح وہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے، چنانچہ اس کے پاس عقل' شریعت' فطرت اور وحی سب اکٹھا ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس کی عقل' اس کی فطرت اور اس کا ذوق اسے یہ دکھاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتیں حق ہیں' اس کے نزدیک عقل و نقل میں قطعاً کوئی تعارض نہیں ہوتا' بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تصدیق اور موافقت کرتے ہیں، تو یہ "نور پر نور" ہونے کی علامت ہے بر عکس اس شخص کے جس کے دل میں باطل شبہات اور فاسد خیالات کی موجیں جوش وطغیانی پر ہوں (۱)۔

(۱۳) اللہ عزوجل نے کافروں کے اعمال کے ضائع اور رائیگاں ہونے کے سلسلہ میں دومثالیں بیان فرمائی ہیں، ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا أعمـــــالهم كسراب بقيعة يحسبه الظمآن ماءً حتى إذا جاءه لم يجده شيئاً ووجد الله

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ، ۲/ ۴۹ تا ۵۲، قدرے تصرف کے ساتھ۔

عنده فوفاه حسابه والله سريع الحساب، أو كظلمات في بحر لجي يغشاه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعض إذا أخرج يده لم يكد يراها ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور﴾ (۱)۔

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا' ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے، اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔ یا مثل ان اندھیروں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو' پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں، الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پے درپے ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی قریب

(۱) سورۃ النور: ۳۹، ۴۰۔

ہے کہ نہ دیکھ سکے، اور (بات یہ ہے کہ) جسے اللہ تعالیٰ ہی نور نہ
دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

چنانچہ پہلی مثال اللہ عزوجل نے ان کافروں کے اعمال کے لئے بیان
فرمائی ہے جنھوں نے اللہ کی توحید کا انکار کیا اور قران اور اس کی لائی ہوئی
باتوں کی تکذیب کی، ان کے کئے ہوئے اعمال کی مثال اس چمکتے ہوئے
ریت کی سی ہے جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص (دور سے) پانی سمجھتا
ہے اور جب اپنی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں وہاں پہنچتا ہے تو
اس ریت کو کچھ نہیں پاتا ہے، (بعینہ) اسی طرح اللہ کا کفر کرنے والے بھی
اپنے کئے ہوئے اعمال کے سلسلہ میں دھوکے (خوش فہمی) میں مبتلا ہیں
سوچتے ہیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ کے یہاں اس کے عذاب سے نجات
دلائیں گے، جیسا کہ پیاسا شخص سراب (چمکتی ریت) کو پانی سمجھتا ہے، تو
اس کا گمان اس کی پیاس بجھا کر اسے سیراب کر دے گا یہاں تک کہ جب وہ
ہلاک ہوگا اور اپنے اس عمل کا ضرورتمند ہوگا جس کے بارے میں اس کا
خیال تھا کہ وہ اسے اللہ کے نزدیک نفع پہنچائے گا تو اسے کچھ بھی نفع بخش نہ

پائے گا کیونکہ اس نے یہ عمل اللہ کے ساتھ کفر کی حالت میں انجام دیا تھا اور
یہ کافر اپنی ہلاکت (موت) کے وقت اللہ کو گھات میں پائے گا، تو وہ اسے
اس کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ قیامت کے روز دے گا اور
اسے ان اعمال کی وہ جزا دے گا جس کا اللہ کی جانب سے وہ مستحق ہوگا۔

دوسری مثال (بھی) اللہ عزوجل نے کافروں کے اعمال کے بطلان
کے بارے میں بیان فرمائی ہے کہ (ان کے اعمال) کی مثال اتھاہ پانی
والے گہرے سمندر کی تاریکیوں کے مانند ہے جس کے اوپر موج ہو اور
اس موج کے اوپر دوسری موج ہو جو اسے ڈھانپے ہوئے ہو اور اس
دوسری موج کے اوپر بادل ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کو کافروں
کے اعمال کی مثال اور نہایت گہرے سمندر کو کافروں کے دل کی مثال
قرار دیا ہے کہ جن کے عمل کی مثال اندھیروں کی طرح ہے جسے اللہ کے
بارے میں لاعلمی و جہالت گھیرے ہوئے ہو، کیونکہ اللہ نے اس کے دل
پر مہر لگا دی ہے، لہٰذا وہ اللہ کے بارے میں سمجھ نہیں سکتا اور اس کے کان پر
مہر لگا دی ہے لہٰذا وہ اللہ کے مواعظ سن نہیں سکتا، اور اس کی آنکھ پر پردہ

ڈال دیا ہے لہٰذا وہ اللہ کے حق کا مشاہدہ نہیں کرسکتا، چنانچہ یہ تمام چیزیں تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں (۱)۔

یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کی طرح ہے جس میں اللہ نے فرمایا:

﴿أفرأیت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله علی علم وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشاوة فمن یهدیه من بعد الله أفلا تذکرون﴾ (۲)۔

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے، تو کیا یہ نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۹۵ تا ۱۹۹، وامثال القرآن لابن القیم، ص۲۲، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۶۔

(۲) سورۃ الجاثیہ: ۲۳۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''چنانچہ کافروں کے دلوں پر تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں، اس طبیعت کی تاریکی جس میں کوئی بھلائی نہیں اور اس پر کفر کی تاریکی اور اس کے اوپر جہالت کی تاریکی اور اس کے اوپر مذکورہ ساری چیزوں سے سرزد ہونے والے اعمال کی تاریکی، لہٰذا وہ اندھیرے میں حیران وپریشان پڑے ہیں، اپنی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور صراط مستقیم سے پیچھے ہٹ رہے ہیں نیز ضلالت کی راہوں میں بھٹک رہے ہیں' اور یہ (سب) اس لئے کہ اللہ عزوجل نے انہیں اپنے نور سے محروم کرکے یونہی ذلیل ونامراد چھوڑ دیا ہے'' (۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے **﴿الله نور السماوات والأرض﴾** سے **﴿ومن لم یجعل الله له نوراً فما له من نور﴾** تک تمام آیات کی تفسیر کرنے کے بعد بڑی عمدہ بات ذکر فرمائی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

''غور کریں کہ یہ آیتیں کس طرح بنی آدم کے تمام طبقوں پر بڑے ہی منظّم اور کامل واکمل انداز میں مشتمل اور محیط ہیں، کیونکہ لوگوں کی دو

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۵۱۹۔

قسمیں ہیں:

۱- اہل ہدایت وبصیرت جنھوں نے جانا کہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی جانب سے جو کچھ لیکر آئے ہیں حق اسی میں ہے اور یہ کہ اس کے خلاف تمام چیزیں وہ شبہات ہیں جو عقل وسماعت میں کم فہم لوگوں پر مشتبہ ہوتے ہیں ...یہی ہدایت اور دین حق سے سرفراز مند نفع بخش علم اور نیک عمل والے لوگ ہیں۔

۲-اہل جہالت اور ظلم،ان کی دو قسمیں ہیں:

(الف) وہ لوگ جو اس زعم وگمان میں ہیں کہ وہ علم وہدایت پر ہیں، حالانکہ وہ جہل مرکب والے لوگ ہیں جو حق سے لاعلم اور نا آشنا ہیں اور حق واہل حق سے دشمنی اور باطل واہل باطل کی نصرت ومحبت پر تلے ہوئے ہیں، نیز یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز (منہج) پر ہیں!!!

﴿ألا إنهم هم الكاذبون﴾۔

سن لو! بیشک یہی جھوٹے لوگ ہیں۔

(ب) تاریکیوں والے لوگ، یہ جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں،

اس طور پر کہ جہالت نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، یہ مویشیوں کی طرح یا ان سے بھی (زیادہ) گمراہ ہیں، چنانچہ ان کی بے بصیرتی اور جہالت پر کئے ہوئے اعمال کی مثال تاریکیوں کی طرح ہے، جہالت کی تاریکی، کفر کی تاریکی، ظلم اور خواہش نفس کی اتباع کی تاریکی، شک وشبہ کی تاریکی اور حق سے اعراض کی تاریکی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور دین حق دیکر محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس سے اعراض کرنے والا پانچ قسم کی تاریکیوں میں گھرا ہوتا ہے، اس کی گفتگو تاریک ہوتی ہے، اس کا عمل تاریک ہوتا ہے، اس کا مدخل تاریک ہوتا ہے، اس کا مخرج تاریک ہوتا ہے اور اس کا انجام کار تاریک ہوتا ہے، چنانچہ اس کا دل سیاہ ہے، اس کا چہرہ سیاہ ہے، اس کی بات سیاہ ہے اور اس کی حالت سیاہ ہے(۱)۔

پھر آپ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

جو ہدایت دیکر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلة والجہمیہ، ۲/۵۳ تا ۵۸۔

میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

۱- جنھوں نے اس ہدایت کو ظاہری و باطنی طور پر قبول کیا، یہ دو قسم کے لوگ ہیں:

پہلی قسم: اہل فقہ وفہم اور اہل تعلیم، یہ وہ ائمہ ہیں جنھوں نے اللہ کی کتاب سے اللہ کے مراد ومقصود کو سمجھا اور اسے امت تک پہنچایا، اور اسی کتاب کے اسرار ورموز اور خزانے نکالے، تو ان کی مثال اس پاکیزہ زمین کی طرح ہے جو پانی جذب کرلے اور خوب خشک وتر گھاس اگائے، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور ان کے مویشی اس میں چریں اور لوگ اس گھاس کو غذا' دوا اور اپنی مصلحت کی تمام چیزوں میں استعمال کریں۔

دوسری قسم: جنھوں نے اسے یاد کیا اور اس کے الفاظ امت تک پہنچائے، چنانچہ انھوں نے ان کے لئے نصوص تو محفوظ کر لئے لیکن وہ شارع کے مقصود میں اہل فقہ واستنباط نہیں ہیں بلکہ سنی ہوئی چیزوں کو یاد کرنے اور انہیں ادا کرنے (پہنچانے) والے لوگ ہیں، ان کی مثال اس زمین کی سی ہے جو لوگوں کے لئے پانی روکے رکھے اور لوگ وہاں آ کر اس

سے سیراب ہوں، اپنے جانوروں کو سیراب کریں اور اس سے کاشت کریں۔

۲- جنھوں نے اسے ظاہری و باطنی طور پر ٹھکرا دیا اور اس کا کفر کیا اور اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جنھوں نے اسے جانا اور اس کی صحت وصداقت اور حقانیت کا یقین کیا، لیکن حسد' کبر وغرور' سرداری اور بادشاہت کی محبت اور قوم کی سربرآوردگی نے انہیں اس کے انکار اور علم ویقین کے بعد اسے ٹھکرانے پر آمادہ کر دیا۔

دوسری قسم: اس (مذکورہ قسم والوں) کے متبعین وپیروکار لوگوں کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سردار اور بڑے لوگ ہیں وہ جو کچھ مانتے یا ٹھکراتے ہیں اس میں وہ ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں' وہ ہمارے لئے اسوہ ہیں' ہم اپنی ذات کی فکر کرکے ان سے اعراض نہیں کر سکتے، اگر وہ حق ہوتا تو وہ اس کی پیروی اور اس کی قبولیت کے ہم سے زیادہ لائق ومستحق ہوتے، ایسے لوگ چوپایوں اور جانوروں کے مثل ہیں، ان کا چرواہا انہیں ہانک کر جہاں بھی

لے جاتا ہے وہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں (۱)۔

۳- جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کو ظاہری طور پر قبول کیا، لیکن باطنی طور پر اس کا کفر وانکار کیا، ایسے لوگ منافق ہیں، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس نے دیکھا پھر اندیکھی کی، جانا اور پھر نادانی کی، اقرار کیا پھر انکار کیا، ایمان لایا پھر کفر کیا، یہ منافقین کے رؤوسا' ان کے سردار اور سربر آوردہ لوگ ہیں، ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو آگ روشن کرے اور پھر اس کے بعد تیرگی کا شکار ہو جائے۔

دوسری قسم: کم بصیرت لوگ جن کی نگاہوں کو بجلی کی چمک نے کمزور کر دیا ہے' اندیشہ ہے کہ بصیرت کی کمزوری اور بجلی کی قوت کے سبب بجلی ان کی نگاہوں کو اچک لے جائے (مکمل بے نور کر دے)، گرج کی آواز نے ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے چنانچہ یہ گرج کی تیز آوازوں کے خوف سے

(۱) اللہ عزوجل نے جوان کا وصف بیان کیا ہے، اس کے لئے ملاحظہ ہو: سورۃ البقرہ: ۱۶۶، ۱۶۷، سورۃ الاحزاب: ۶۶، ۶۷، سورۃ غافر (المومن): ۴۷، ۴۸، سورۃ ص: ۵۷ تا ۶۱۔

اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں، بنابریں وہ قرآن کی سماعت اور ایمان سے قریب نہیں آتے بلکہ اس سے دور بھاگتے ہیں، ان کی حالت اس شخص کی طرح ہے جو سخت گرج اور کڑک سنتا ہے تو ڈر کے مارے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتا ہے۔

۴- جو اپنی قوم میں اپنا ایمان چھپاتے ہیں' انہیں ان کے سامنے ظاہر کرنے کی قوت نہیں ہے، ایسے لوگوں میں سے آل فرعون کا مومن ہے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، اسی طرح ان میں سے وہ نجاشی بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے جس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، کیونکہ وہ حبشہ کے نصرانیوں (عیسائیوں) کا بادشاہ تھا اور خفیہ طور پر مومن تھا، اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے لوگ (۱)۔

(۱۴) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي يصلي عليكم وملائكته ليخرجكم من

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ لابن القیم، ۲/۲۷ تا ۷۶، قدرے تصرف کے ساتھ۔

الظلمات إلى النور و كان بالمؤمنين رحيماً﴾(۱)۔

وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لئے دعاءِ رحمت کرتے ہیں) تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرتا ہے اور تمہاری مدح وستائش کرتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا واستغفار کرتے ہیں اور اللہ عزوجل تم پر اپنی رحمت، تمہاری مدح وثنا اور فرشتوں کی دعاؤں کے سبب تمہیں جہالت، گمراہی، کفر اور گناہ ومعاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت، ایمان، یقین اور علم وعمل کی روشنی کی طرف لاتا ہے(۲)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کا معنیٰ ہدایت پر ثابت قدمی اور استقامت ہے کیونکہ خطاب کے وقت وہ ہدایت پر ہی تھے''(۳)۔

(۱) سورۃ الاحزاب: ۴۳۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲/۲۸۰، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۴۹۶، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۱۴۔

(۳) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۴/۱۹۳۔

(۱۵) ارشاد باری ہے:

﴿وما يستوي الأعمى والبصير، ولا الظلمات ولا النور، ولا الظل ولا الحرور، وما يستوي الأحياء ولا الأموات إن الله يسمع من يشاء وما أنت بمسمعٍ من في القبور﴾(۱)۔

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ۔ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنا دیتا ہے، اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

یہ مثالیں اللہ تعالیٰ نے مومن وایمان اور کافر وکفر کے لئے بیان فرمائی ہیں، جس طرح یہ مذکورہ (حسی طور پر) مختلف ومتضاد چیزیں برابر نہیں ہو سکتیں اسی طرح تمہیں جاننا چاہئے کہ معنوی طور پر مختلف ومتضاد چیزیں بدرجۂ اولیٰ برابر نہیں ہوسکتیں، چنانچہ کافر ومومن، جاہل وعالم اور گمراہ

(۱) سورۃ فاطر: ۱۹ تا ۲۲۔

وہدایت یاب برابر نہیں ہوسکتے اور نہ جنتی وجہنمی برابر ہوسکتے ہیں نہ ہی مردہ دل وزندہ دل برابر ہوسکتے ہیں، کیونکہ ان چیزوں کے درمیان ایسا تفاوت اور فرق ہے جسے اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، چنانچہ جب مراتب ودرجات معلوم ہوگئے اور چیزوں کی تمیز وشناخت ہوگئی اور کس چیز کے حصول میں تنافس مناسب ہے اور کس میں نہیں واضح ہوگیا، تو (اب) عقلمند کو چاہئے کہ اپنی ذات کے لئے اس چیز کا انتخاب کرے جو ترجیح کے لائق ہو(۱)۔

یہ تفسیر سلف صالحین سے بھی آئی ہے، چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمان باری ﴿وما يستوي الأعمى والبصير﴾ کی تفسیر میں فرمایا:

''یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اطاعت شعاروں اور گناہ گاروں کے لئے بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اندھا، تاریکیاں اور دھوپ برابر

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۰/ ۴۵۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۴/ ۳۲۷، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۵۳۰، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۳۴۔

نہیں ہوسکتے اور نہ ہی مردے برابر ہوسکتے ہیں، یہ گنہ گاروں کی مثال ہے، اور بینا، روشنی، سایہ، اور زندے بھی برابر نہیں ہوسکتے، یہ اطاعت گزاروں کی مثال ہے''(۱)۔

اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''...(آیت کریمہ میں) بعض مخلوق کو بعض پر فضیلت وبرتری دی گئی ہے، رہا مومن تو وہ زندہ اثر، زندہ نگاہ، زندہ نیت اور زندہ عمل بندہ ہے اور رہا کافر تو وہ مردہ نگاہ، مردہ دل اور مردہ عمل بندہ ہے''(۲)۔

لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ اللہ کے دین سے اندھا اور جس نے اللہ کے دین کو دیکھا، اسے جانا اور اس پر عمل کیا دونوں برابر نہیں ہوسکتے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِيْ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۰/ ۴۵۸۔
(۲) مرجع سابق، ۲۰/ ۴۵۸۔

﴿كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (۱)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

نیز اللہ نے تاریکی والوں کے سلسلہ میں فرمایا:

﴿والذين كذبوا بآياتنا صم و بكم في الظلمات من يشأ الله يضلله ومن يشأ يجعله على صراط مستقيم﴾ (۲)۔

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے گونگے ہو رہے ہیں' اللہ جس کو چاہے بے

(۱) سورۃ الانعام:۱۲۲۔

(۲) سورۃ الانعام:۳۹۔

راہ کر دے اور وہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لگا دے۔

چنانچہ وہ حق کی سماعت سے بہرے ہیں، حق بولنے سے گونگے ہیں لہٰذا وہ باطل ہی بول سکتے ہیں (اور) جہالت، کفر، شرک، ظلم، سرکشی، اعراض اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور یہ اللہ نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے، کیونکہ وہی (اللہ عزوجل) اپنے فضل واحسان، حکمت اور عدل کے تقاضہ کے مطابق تنہا ہدایت وگمراہی کا مالک ومختار ہے(۱)۔

(۱۶) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله أولئك في ضلال مبين﴾ (۲)۔

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۱/۳۵۰، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۱۸۔

(۲) سورۃ الزمر:۲۲۔

اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے اور ہلاکت ہے ان پر
جن کے دل یادالٰہی سے سخت ہو گئے ہیں' یہ لوگ صریح گمراہی میں
مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا جس کے دل اور سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت' اپنی وحدانیت کے اقرار، اپنی ربوبیت کے یقین، اپنی اطاعت کے لئے سر تسلیم خم کر دینے کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اللہ کی جانب سے ایک نور اور اپنے دل میں حق کے منور ہونے کے سبب وہ (جس ایمان وعقیدہ اور عمل) پر بھی ہے علم اور بصیرت پر گامزن ہے، چنانچہ وہ اس کے حکم کا پیرو اور جس چیز سے اللہ نے اسے منع فرمایا ہے اس سے باز آنے والا ہے، اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھلا ہوا ہے لہٰذا وہ اللہ کے کلام کے حصول اور اس پر عمل آوری کے لئے بڑے ہی شرح صدر اور ٹھنڈی آنکھوں سے کشادہ اور وا ہے (ایسا شخص کیا) اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کے دل کو اللہ نے سخت کر دیا ہو' چنانچہ اسے اپنے ذکر سے خالی کر دیا ہو اور حق کی سماعت، ہدایت کی پیروی اور درستئ عمل سے تنگ کر دیا ہو، چنانچہ نہ وہ اللہ کی کتاب کے لئے نرم ہو، نہ

اللہ کی آیات سے نصیحت حاصل کرے اور نہ ہی اللہ کی یاد سے مطمئن ہو بلکہ وہ اپنے رب سے اعراض کر کے اس کے علاوہ کی طرف متوجہ ہو' ایسے شخص کے لئے سخت قسم کی تباہی اور برائی ہی برائی ہے (۲)۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء كذلك يجعل الله الرجس على الذين لا يؤمنون﴾ (۲)۔

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستے پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے' اسی طرح

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/ ۲۷۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۵/ ۲۳۶، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/ ۵۱، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۶۸۔

(۲) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپا کی مسلط کردیتا ہے۔

(۱۷) اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وكذلك أوحينا إليک روحاً من أمرنا ما كنت تدري ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نوراً نهدي به من نشاء من عبادنا وإنک لتهدي إلى صراط مستقيم، صراط الله الذي له ما في السماوات وما في الأرض ألا إلى الله تصير الأمور﴾(۱)۔

اوراسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے' آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا' اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں' ہدایت دیتے ہیں' بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کررہے ہیں۔ اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ہے، آگاہ رہو سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی

(۱) سورۃ الشوریٰ: ۵۲، ۵۳۔

طرف لوٹتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ گزشتہ انبیاء کرام کی طرف وحی نازل کرتا تھا اسی طرح اس نے محمد ﷺ کی طرف اس قرآن کی وحی فرمائی ہے اور اسے روح کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ روح سے جسم کو زندگی ملتی ہے اور قرآن کریم سے دلوں اور روحوں نیز دین ودنیا کی مصلحتوں (بھلائیوں) کو زندگی ملتی ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ بھلائی اور بے پایاں علم ہے، اور نزول قرآن سے قبل محمد ﷺ نہیں جانتے تھے کہ ان کے لئے قرآن میں مشروع کردہ تفصیلی طور پر ایمان کے شرائع اور احکامات کیا ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نور بنایا جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رہنمائی کرتا اور ہدایت عطا فرماتا ہے، چنانچہ وہ کفر، شبہات، گمراہی، بدعات، شرک، شہوات اور ہلاکت انگیز نفسانی خواہشات کی تاریکیوں میں اس قرآن کریم سے روشن حاصل کرتے ہیں اور اسکے ذریعہ حقائق کی معرفت حاصل کرتے ہیں نیز اس سے صراط مستقیم

کی راہ پاتے ہیں(۱) جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الناس قد جاء تكم موعظة من ربكم وشفاء لما في الصدور وهدى ورحمة للمؤمنين﴾(۲)۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔

چنانچہ یہ قرآن کریم اللہ کی ناراضگی کو واجب کرنے والے اعمال کے بارے میں نصیحت کرتا ہے جو کہ اللہ کے عذاب کے متقاضی ہیں، اور ان اعمال کے اثرات ومفاسد بیان کرکے ان سے متنبہ کرتا ہے، وہ شریعت کی

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/ ۵۵۹ تا ۵۶۱، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۶/ ۵۳ تا ۵۹، وتفسیر البغوی، ۳/ ۱۳۲، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/ ۱۲۴، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/ ۸۷، ۸۸، والضوء المنیر علی التفسیر من کتب ابن القیم، جمع: علی الصالحی، ۵/ ۳۲۳۔

(۲) سورۃ یونس: ۵۷۔

عدم تابعداری کے سبب سینوں میں موجود شہوت کی بیماریوں نیز علم یقینی میں خلل پیدا کرنے والے شبہات کی بیماریوں کی شفا ہے، کیونکہ اس میں ایسی نصیحتیں، ترغیب وترہیب نیز نیک وعدے اور دھمکیاں ہیں جو بندے کے لئے خیر کی طرف لپکنے اور شر وبرائی سے بچنے اور خائف رہنے کے موجب ہیں(۱)، نیز اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين إلا خساراً﴾(۲)۔

یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے' ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

چنانچہ قرآن کریم، اس پر ایمان لانے اور اس کی آیتوں کی تصدیق کرنے والوں نیز اس پر عمل کرنے والوں کے لئے شفا اور رحمت پر مشتمل

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۳۲۳۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۸۲۔

ہے، رہے وہ لوگ جو اس کی تصدیق نہ کرکے یا اس پر عمل نہ کرکے ظلم کرنے والے ہیں تو اس کی آیتوں سے ان کے خسارہ اور گھاٹے میں اضافہ ہی ہوگا، کیونکہ اس کے ذریعہ ان پر حجت قائم ہوگی، چنانچہ قرآن کریم جس شفا پر مشتمل ہے وہ شبہات، جہالت، فاسد خیالات، برے انحراف اور گھٹیا مقاصد وغیرہ سے دلوں کی شفا کو عام ہے، کیونکہ وہ ایسے یقینی علم پر مشتمل ہے جس سے ہر شبہ اور جہالت دور ہوجاتی ہے، اور ایسے وعظ ونصیحت پر مشتمل ہے جس سے حکم الٰہی کے خلاف ہر چاہت (شہوت) زائل ہوجاتی ہے نیز ہر طرح کے آلام وامراض سے جسموں کی شفا کو بھی عام ہے، چنانچہ جب بندہ اس پر عمل پیرا ہوگا تو رحمت، ابدی سعادت اور دنیوی واخروی اجر وثواب سے کامیاب وکامران ہوگا(۱)، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء والذين لا يؤمنون في آذانهم وقر وهو عليهم عمىً أولئک ينادون من مكان بعيد﴾(۲)۔

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۴۱۶۔

(۲) سورۃ فصلت: ۴۴۔

آپ کہہ دیجئے! کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہرا پن اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔

قرآن کریم انہیں ہدایت کی راہ اور صراط مستقیم کی رہنمائی کرتا ہے اور ایسے نفع بخش علوم سکھاتا ہے جس سے مکمل ہدایت حاصل ہوتی ہے، وہ ان کے لئے دلوں کی بیماریوں سے شفا ہے، کیونکہ وہ انہیں برے اخلاق سے توبیخ کرتا اور اس توبۂ نصوح (خالص توبہ) کی رغبت دلاتا ہے جو ان کے گناہوں کو دھوتا اور دلوں کو شفا عطا کرتا ہے، رہے وہ لوگ جو قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو ان کے کانوں میں قرآن کی سماعت سے بہرا پن اور اعراض ہے اور وہ ان کے لئے اندھے پن اور تاریکی کا سبب ہے، اس لئے انہیں اس سے ہدایت نظر نہیں آتی اور وہ راہ یاب نہیں ہوتے، بلکہ اس سے مزید ان کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے، کیونکہ جب انھوں نے حق کو ٹھکرا دیا تو ان کے اندھے پن اور گمراہی میں مزید اضافہ ہوگیا، اور انہیں

ایمان کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ نہیں سنتے، بعینہ اس شخص کی طرح جسے بلایا جائے اور آواز دی جائے دراں حالیکہ وہ دور ہو تو وہ نہ ہی بلانے والے کی آواز سنے اور نہ ہی آواز لگانے والے کی جانب متوجہ ہو، مقصود یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ اس کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتے، نہ اس کی روشنی سے دیکھتے ہیں اور نہ ہی اس سے کسی خیر و بھلائی کا استفادہ ہی کر پاتے ہیں، کیونکہ انھوں نے اپنے کفر و اعراض کے سبب خود ہی اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے بند کر لئے ہیں(۱)۔

آیت کریمہ کے شروع میں اللہ کے ارشاد ﴿وکذلک أوحینا إلیک روحاً من أمرنا﴾ کے سلسلہ میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا میلان یہ ہے کہ اس میں ''روح'' سے مراد قرآن کریم ہے، نیز حافظ ابن کثیر اور علامہ سعدی رحمہما اللہ کے نزدیک قطعی بات یہی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہاں ''روح'' سے مراد نبوت ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۶۹۷۔

''رحمت'' ہے نیز کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ''وحی'' ہے(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی ہم نے اس روح کو ایک ایسا نور بنایا ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت عطا کرتے ہیں، چنانچہ اللہ نے اپنی وحی کو روح قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ دلوں اور روحوں کو زندگی ملتی ہے جو کہ حقیقی زندگی ہے، جو اس سے محروم ہے وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے، نعمتوں کے گھر 'جنت' میں ابدی دائمی زندگی، اسی روح کے سبب دل کی زندگی کا ثمرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کی طرف وحی کی ہے، چنانچہ جو اس کے ذریعہ اس دنیا میں زندگی نہ پا سکا وہ جہنم رسیدوں میں سے ہوگا، جس میں نہ مرے گا اور نہ ہی جیے گا۔ دنیوی' برزخی اور جزاء کے ان تینوں گھروں میں سب سے عظیم زندگی والا وہ شخص ہے جسے اس ''روح'' سے عطا ہونے والی زندگی سے سب سے عظیم حصہ عطا ہوا ہو، اور اللہ نے اسے

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/۵۹۹، وتفسیر البغوی، ۴/۱۳۲، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۶/۵۳، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/۱۲۴۔

(قرآن کو) ''نور'' قرار دیا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو روشنی اور ضوفشانی حاصل ہوتی ہے اور روح کا کمال انہی دونوں اوصاف سے ہے، زندگی اور نور، اور ان دونوں تک رسائی رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کے ہاتھوں ہی پر اور وہ جو چیزیں لیکر مبعوث ہوئے ہیں اس سے ہدایت یابی اور ان کے طاق سے نفع بخش اور نیک علم کے حصول ہی سے ممکن ہے، ورنہ روح مردہ اور تاریک ہوگی، چنانچہ اگر بندہ کی طرف زہد' فقہ اور فضیلت کے ذریعہ اشارہ کیا جاتا ہے تو اس کا راز اور سرچشمہ اس روح سے زندگی اور روشنی کا حصول ہے جس کی اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی طرف وحی کی ہے اور اسے نور بنایا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے، لہٰذا علم کثرت نقل' بحث وجستجو اور کلام ہی کا نام نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ ایک نور ہے جس کے ذریعہ صحیح وبے بنیاد، حق وباطل اور اسی طرح طاق نبوت سے نکلی چیزوں اور لوگوں کے آراء وافکار کے درمیان فرق وامتیاز کیا جاتا ہے''(۱)۔

---

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/ ۸۸۔

اللہ عزوجل نے اس عظیم نور پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿فآمنوا بالله ورسوله والنور الذي أنزلنا والله بما تعملون خبير﴾(۱)۔

سو تم اللہ پر اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قران کریم میں جو احکامات' شرائع اور خبریں ہیں وہ ایسے انوار ہیں جن کے ذریعہ جہالت کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور اسی لئے اللہ نے اس کا نام نور رکھا ہے(۲)۔

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والوں' آپ کی مدد کرنے والوں اور آپ کے ساتھ نازل کردہ نور کی اتباع کرنے والوں کے لئے فلاح وکامرانی لکھ دی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ التغابن: ۸۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/ ۴۱۹، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۸/ ۱۳۲، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۸۰۳۔

﴿فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعو النور الذي أنزل معه أولئک هم المفلحون﴾(۱)۔

سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

لیکن اس واضح بیان اور روشن نور کے باوجود مشرکین اور یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی، تو اللہ عزوجل نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے صبر کی تلقین فرمائی(۲)، ارشاد ہے:

﴿فإن کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاء وا بالبینات والزبر والکتاب المنیر﴾(۳)۔

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۵۷۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۷/ ۴۵۰، ۱۷/ ۴۵۹، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۴/ ۳۰۴، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۱/ ۴۳۴، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۱۲٦۔

(۳) سورۃ آل عمران: ۱۸۴۔

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے وہ رسول جھٹلائے گئے ہیں جو روشن دلیلیں صحیفے اور منور کتاب لے کر آئے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإن یکذبوک فقد کذب الذین من قبلھم جاء تھم رسلھم بالبینات وبالزبر وبالکتاب المنیر﴾(۱)۔

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انھوں نے بھی جھٹلایا تھا ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لیکر آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ صحیح علم، ہدایت اور ایسی روشن کتاب کے بغیر جو حق کو کھول کھول کر واضح طور پر بیان کرنے والی ہو، محض باطل کے ذریعہ مجادلہ (بحث وتکرار) کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے، چنانچہ نہ رہنمائی کرنے والی عقل ہو، نہ ہدایت یافتہ پیشوا اور رہبر اور نہ ہی کوئی عقلی یا نقلی دلیل وبرہان،

(۱) سورۃ فاطر: ۲۵۔

ارشاد باری ہے:

﴿ومن الناس من يجادل في الله بغير علم ولا هدى ولا كتاب منير﴾(۱)۔

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں۔

(۱۸) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات إلى النور وإن الله بكم لرء وف رحيم﴾(۲)۔

وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر

(۱) سورۃ الحج: ۸، وسورۃ لقمان: ۲، نیز دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۴۸۳، ۵۹۸۔

(۲) سورۃ الحدید: ۹۔

نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندہ محمد ﷺ پر واضح آیتیں، مسکت حجت وثبوت، روشن دلائل اور قطعی براہین نازل فرماتا ہے، اور ان میں سے سب سے بڑی دلیل قرآن کریم ہے، تاکہ رسول ﷺ اور آپ پر نازل کردہ کتاب و حکمت کو بھیج کر لوگوں کو ضلالت وگمراہی، کفر وشرک، جہالت اور باہم متعارض آراء کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وتوحید اور علم وہدایت کی روشنی کی طرف لائے۔ یہ (درحقیقت) اپنے بندوں پر اللہ کی رحمت اور اس کا احسان ہے، چنانچہ ہر طرح کا شکر، حمد اور اچھی ثناء اسی کے لئے ہے، نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار(۱)، اور یہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ نے فرمایا:

﴿فاتقوا الله يا أولي الألباب الذين آمنوا قد أنزل الله

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/۳/۱۷۳، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۷/۲۳۰، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۷/۳۰۷، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۷۷۸۔

إليكم ذكراً، رسولا يتلو عليكم آيات الله مبينات
ليخرج الذين آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات
إلى النور﴾(۱)۔

پس اللہ سے ڈرو اے عقلمند ایمان والو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری
طرف نصیحت اتار دی ہے۔ (یعنی) رسول ﷺ جو تمہیں اللہ کے
صاف صاف احکام پڑھ کر سناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں
اور نیک عمل کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔

(۱۹) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يوم ترى المؤمنين والمؤمنات يسعى نورهم بين
أيديهم وبأيمانهم بشراكم اليوم جنات تجري من
تحتها الأنهار خالدين فيها ذلك هو الفوز العظيم،
يوم يقول المنافقون والمنافقات للذين آمنوا انظرونا
نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراءكم فالتمسوا نوراً

(۱) سورۃ الطلاق: ۱۰، ۱۱۔

فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره
من قبله العذاب، ينادونهم ألم نكن معكم قالوا بلى
ولكنكم فتنتم أنفسكم وتربصتم وارتبتم وغرتكم
الأماني حتى جاء أمر الله وغركم بالله الغرور، فاليوم
لا يؤخذ منكم فدية ولا من الذين كفروا مأواكم النار
هي مولاكم وبئس المصير﴾(۱)۔

(قیامت کے) دن آپ دیکھیں گے کہ مومن مردوں اور عورتوں کا
نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں ان
جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ
کی رہائش ہے، یہی عظیم کامیابی ہے۔ اس دن منافق مرد اور منافق
عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی
تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم
اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو، پھر ان مومنین کے اور

(۱) سورۃ الحدید: ۱۲، ۱۵۔

ان (منافقین) کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکہ میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکہ میں ہی رکھا۔ الغرض آج تم سے نہ فدیہ (اور نہ بدلہ) قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے، تم (سب) کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ﴿یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورهم بین أیدیهم وبأیمانهم﴾ کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ: جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کی (نور) ہدایت ان کے

سامنے دوڑ رہی ہوگی اور ان کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوں گے (۱)۔

اور کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ میں ''باء'' ''فی'' کے معنیٰ میں ہے، یعنی ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوگا، یا عن کے معنیٰ میں ہے، یعنی دائیں جانب ہوگا (۲) اور اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں کو ان کے اعمال کے بقدر نور عطا فرمائے گا جس سے وہ پل صراط پر چلیں گے، اور دھوکہ دینے کی غرض سے منافقین کو بھی نور دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿یخادعون الله وهو خادعهم﴾ (۳)۔

وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ اللہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ انہیں نور اس لئے عطا کیا جائے گا کہ یہ سب کے سب اہل دعوت ہیں سوائے کافر کے، اور پھر نفاق کے سبب منافق سے نور سلب

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/ ۱۷۹، امام ابن جریر نے یہ رائے اسی جگہ اختیار فرمائی ہے۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۷/ ۲۳۵۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۴۲۔

کرلیا جائے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے،
اور کہا گیا ہے کہ منافقوں کو نور نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ مومنوں کے نور سے
روشنی حاصل کریں گے، پھر دریں اثناء کے وہ چل رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ
ان پر ہوا اور تاریکی بھیج دے گا جس سے منافقوں کا نور گل ہوجائے گا تو
مومنوں کو بھی خوف ہوگا کہ کہیں منافقوں کی طرح ان کا نور بھی سلب نہ
ہوجائے' چنانچہ وہ اللہ سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کا نور مکمل
فرمادے، اس بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا معه نورهم يسعى بين أيديهم وبأيمانهم يقولون ربنا أتمم لنا نورنا واغفرلنا إنک على كل شيء قدير**﴾(۱)۔

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور مومنوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ
کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہوگا، یہ
دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما

(۱) سورۃ التحریم: ۸۔

اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

چنانچہ جب منافق تاریکی میں رہ جائیں گے اور انہیں اپنے قدم بھی نظر
نہ آئیں گے تو وہ مومنوں سے کہیں گے ﴿**انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراءكم فالتمسوا نوراً**﴾ (ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی
تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے
پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو)(۱)۔

اس نور کے سلسلہ میں بہت سی احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں، ان
میں چند حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ان سے ''ورود'' کے بارے
میں دریافت کیا گیا، اس (حدیث) میں دیدار الٰہی کا بھی ذکر ہے، انھوں

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/ ۱۷۸ تا ۱۸۷، و۴۹۳ تا ۴۹۶، وتفسیر البغوی، ۴/ ۲۹۵ و ۳۶۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۷/ ۲۳۳ تا ۲۳۹، و ۱۸/ ۱۹۱، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/ ۳۰۸ تا ۳۱۰، ۳۹۲، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ لابن القیم، ۳/ ۸۶، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۷۷۹ تا ۸۰۹۔

نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان (جنتیوں) کے سامنے ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا، فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ انہیں لے کر چلے گا وہ اللہ کے پیچھے چلیں گے، اور ان میں سے ہر شخص کو - خواہ وہ مومن ہو یا منافق - نور عطا کیا جائے گا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور جہنم کے پل پر آنکڑے اور خار ہوں گے جو اللہ کی مشیت کے مطابق جسے چاہیں گے پکڑ لیں، پھر منافقوں کا نور گل کر دیا جائے گا، اور مومن نجات پائیں گے اور (سب سے پہلے) جنتیوں کا جو گروہ نجات پائے گا ان کے مکھڑے چودہویں شب کے چاند کے مانند روشن ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے وہ آسمان کے تاروں کے مثل روشن ہوں گے...''(۱)۔

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمان باری ﴿**يسعى نورهم بين أيديهم**﴾ (ان کی روشنی ان کے آگے دوڑ رہی ہوگی) کے بارے میں مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''انہیں ان کے اعمال کے بقدر نور عطا کیا جائے گا، چنانچہ ان میں سے کسی کو پہاڑ کے مثل نور دیا جائے گا، کسی

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنۃ منزلا، ۱/۱۷۸، حدیث (۱۹۱)۔

کو کھجور کے درخت کے مثل اور کسی کو کھڑے آدمی کے برابر نور عطا کیا جائے گا، ان میں سب سے کمتر نور والا وہ شخص ہوگا جس کا نور اس کے انگوٹھے پر ہوگا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی گل ہو جائے گا''(۱)۔

۳- نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تاریکیوں میں کثرت سے (نماز یا دیگر عبادات کے لئے) مسجدوں کی آمد ورفت قیامت کے دن مکمل نور عطا کئے جانے کا سبب ہوگا، چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''**بشر المشائين في الظلم إلى المساجد بالنور التام يوم القيامة**''(۲)۔

(۱) اسے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں روایت کیا ہے، ۲۳/۱۷۹، اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے امام بخاری کی شرط پر حاکم کی موافقت فرمائی ہے، ۲/۴۷۸۔

(۲) سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی المشی الی الصلاۃ، ۱/۱۵۴، حدیث (۵۶۱) وجامع ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ، ۱/۴۳۵، حدیث (۲۲۳)، امام ترمذی نے فرمایا ہے: ''یہ صحیح، مسند صحابہ کرام تک موقوف روایت ہے'' ==

تاریکیوں میں کثرت سے مساجد جانے والوں کو قیامت کے روز مکمل نور (عطا کئے جانے) کی بشارت دید یجئے۔

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إن الله ليضيء للذين يتخللون إلى المساجد في الظلم بنور ساطع يوم القيامة"(۱)۔

== وسنن ابن ماجہ بروایت سہل بن سعد وانس رضی اللہ عنہما، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلاۃ، ۱/۲۵۶، حدیث (۷۸۰و۷۸۱)، ومستدرک حاکم، ۱/۵۳، امام منذری رحمہ اللہ نے سنن ابوداود اور ترمذی کی روایت کے بارے میں فرمایا ہے: "اس کی سند کے راویان ثقہ ہیں" دیکھئے: الترغیب والترھیب، ۱/۲۸۹، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے مشکاۃ المصابیح للتبریزی کی تحقیق میں فرمایا ہے: "یہ حدیث اپنے بکثرت شواہد کی بنیاد پر صحیح ہے' جو دس سے زیادہ صحابہ کرام کی جماعت سے مروی ہیں' صحیح سنن ابوداود حدیث (۵۷۰) کے تحت میں نے ان کی تخریج کی ہے"۔

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی، ۲/۴۳، حدیث (۶۸۰)، [مجمع البحرین فی زوائد المعجمین] حافظ منذری نے الترغیب والترھیب (۱/۲۹۰) میں فرمایا ہے: "اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں بسند حسن روایت کیا ہے"، اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ: "اس کی سند حسن ہے" ۲/۳۰۔

بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تاریکیوں میں مسجدیں آتے جاتے ہیں قیامت کے روز تابناک روشنی عطا فرمائے گا۔

امام طیبی، مناوی اور مبارکپوری رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روشنی تاریکیوں میں مسجدیں جانے والوں کو قیامت کے دن ان کے تمام جوانب سے گھیرے ہوئے ہوگی، چونکہ انھوں نے رات کی تاریکی میں مسجد جانے کی مشقت اٹھائی تھی اس لئے انہیں (بدلہ کے طور پر) یہ نور عطا کیا جائے گا جس سے انہیں روشنی ملے گی اور وہ انہیں پل صراط پر گھیرے ہوئے ہو گی، "روشنی" کو "تام" یعنی مکمل کے وصف سے متصف کرنے اور قیامت کے دن کی تخصیص کرنے سے مومنوں کے چہروں کی طرف، ان کے قول: ﴿**ربنا أتمم لنا نورنا**﴾ (اے اللہ! ہمیں مکمل نور عطا فرما) کی طرف نیز منافقین کے قصہ اور ان کے مومنوں سے ﴿**انظرونا نقتبس من نوركم**﴾ (ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں) کہنے کی طرف اشارہ ہے، اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ جو اس موقع کو غنیمت سمجھے گا یعنی دنیا میں تاریکیوں میں مساجد جانا،

وہ نبیوں اور اہل ایمان صدیقین' شہداء اور نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں(۱)، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پل صراط پر گزرنے کی سرعت نور کے اعتبار سے ہوگی، چنانچہ جس کا نور بڑا ہوگا پل صراط پر اس کا گزرنا بھی تیز تر ہوگا، پل صراط تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا، کچھ لوگ اس پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، کچھ بجلی کی طرح گزریں گے، کچھ ہوا کے مانند اور کچھ اس پر سے پرندے کی طرح، کچھ تیز رفتار گھوڑے کے مثل اور اونٹ سوار کی طرح گزریں گے(۲)، اور کچھ رینگیں گے(۳)، یہاں تک کہ اخیر میں وہ شخص

(۱) دیکھئے: شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح،۳/ ۹۴۱، ۹۴۲، وفیض الکبیر شرح الجامع الصغیر للمناوی،۳/ ۲۰۱، وتحفۃ الاحوذی للمبارکفوری،۲/ ۱۴۔

(۲) یہ چھ مراتب صحیح مسلم میں وارد ہیں، کتاب الایمان، معرفۃ طریق الرؤیہ، ۱/ ۱۶۹، حدیث (۱۸۳) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا'' صحیح مسلم، ۱/ ۱۷۱، حدیث کی روایت (۱۸۳) ہے، وصحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ﴾ [سورۃ القیامہ: ۲۲، ۲۳]، ۸/ ۲۲۸، حدیث (۷۴۳۹)۔

(۳) صحیح مسلم کی ایک روایت سے ماخوذ ہے، ۱/ ۱۸۷، حدیث (۱۹۵)۔

آئے گا جو گھسٹ کر گزرے گا(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ روشنیاں پل صراط پر اعمال کے اعتبار سے تقسیم کی جائیں گی، چنانچہ بندہ کو وہاں اس کے نور ایمان ویقین اور اخلاص کی قوت اور دنیوی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع وپیروی کے اعتبار سے نور عطا کیا جائیگا، چنانچہ فرماتے ہیں: ''چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا(۲) اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان میں روشن ستارے کی طرح اور کسی کا اس سے کم اپنی قوت وضعف کے اعتبار سے چراغ کی طرح اور اس سے قریب قریب اور کسی کو دنیا میں اس کے نور ایمان کے مطابق پیر کے انگوٹھے پر روشنی عطا کی جائے گی جو کبھی روشن ہوگی اور کبھی گل ہوجائے گی، بعینہ یہی وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے آخرت میں ظاہر کرے گا جو کھلی نگاہوں سے نظر

(۱) صحیح بخاری کی ایک روایت سے ماخوذ ہے، حدیث (۷۴۳۹)، نیز دیکھئے: معارج القبول للشیخ حافظ الحکمی،۲/ ۸۵۰ تا ۸۵۷۔

(۲) دیکھئے: مسند احمد،۲/ ۷۷،۲/ ۲۲۲، وشرح مسند احمد للشیخ احمد شاکر، حدیث (۶۶۵۰، ۷۰۷۲)۔

آئے گا، اس سے کوئی دوسرا شخص روشنی نہ حاصل کر سکے گا (بلکہ) ہر شخص اپنی خاص روشنی میں چلے گا، اگر اس کے پاس روشنی ہوگی تو اپنی روشنی میں چلے گا اور اگر اس کے پاس سرے سے روشنی نہ ہوگی تو دوسرے کی روشنی اسے کوئی فائدہ نہ دے گی، اور منافق کو چونکہ دنیا میں ظاہری روشنی حاصل ہوتی ہے جو ناپائیدار اور باطن سے غیر متصل ہوتی ہے اور اس کے پاس ایمان کا مادہ بھی نہیں ہوتا ہے اس لئے اسے آخرت میں بھی با مادہ ظاہری نور عطا ہوگا اور پھر اس کی شدید ضرورت کے وقت گل کر دیا جائے گا''(۱)۔

نیز آپ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کا پل صراط پر چلنا دنیا میں ان کے خیر میں سبقت کرنے کے اعتبار سے ہوگا، چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان کے پل صراط پر چلنے کی سست رفتاری اور تیز رفتاری دنیا میں اللہ کی صراط مستقیم پر سستی و تیزی کے اعتبار سے ہوگی، جو یہاں تیز رفتار ہوگا وہ وہاں بھی تیز رفتار ہوگا اور جو یہاں سست رفتار ہوگا وہ وہاں بھی سست رفتار ہوگا اور جو یہاں صراط مستقیم پر سب سے زیادہ ثابت قدم ہوگا وہ وہاں بھی ثابت قدم

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ لابن القیم، ۲/۸۶۔

ہوگا، اور جسے یہاں شہوات وشبہات اور گمراہ کن بدعات کے آنکڑوں نے اچک لیا ہوگا اسے وہاں بھی خار سعدان (ایک کانٹے دار پودا) نما آنکڑے اچک لیں گے' اور وہاں (آخرت میں) آنکڑوں کی تاثیر یہاں (دنیا میں) شہوات وشبہات اور بدعات کے آنکڑوں کے اعتبار سے ہوگی، چنانچہ دنیا میں آنکڑوں کی تاثیر کے اعتبار سے کوئی مسلمان نجات یافتہ ہوگا، کوئی خراش زدہ اور کوئی نار جہنم میں آنکڑوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہوگا، ﴿جزاء وفاقاً﴾ (برابر سرابر بدلہ ہوگا)، ﴿وما ربک بظلام للعبید﴾ (تمہارا رب بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں)(۱)۔

(۲۰) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یا أیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نوراً تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم﴾(۲)۔

(۱) مرجع سابق، ۲/۸۶، ۸۷۔

(۲) سورۃ الحدید: ۲۸۔

اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تقویٰ کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے تین باتوں کی ضمانت لی ہے:

۱- انہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا کرنا، ایک حصہ دنیا میں اور ایک آخرت میں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے آخرت کے حصہ کو دوگنا کردے گا لہٰذا وہ دو حصہ ہوجائے گا۔

۲- انہیں نور عطا فرمائے گا جس سے وہ تاریکیوں میں چلیں گے۔

۳- ان کے گناہوں کی مغفرت، یہ نرمی اور آسانی کی انتہاء ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو ہر آسانی کا سبب اور تقویٰ کے ترک کو ہر پریشانی کا سبب قرار دیا ہے(۱)۔

(۱) الضوء المنیر علی التفسیر من کتب ابن القیم للصالحی، ۶۲۴/۵۔

آیت کریمہ کے اس خطاب کے سلسلہ میں مفسرین کے دو اقوال ہیں:

۱- کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ مومنین اہل کتاب پر محمول ہے، انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا، ایک اپنے انبیاء پر ایمان لانے کا اور دوسرا محمد ﷺ پر ایمان لانے کا، چنانچہ انہیں اس بنا پر دوہرا اجر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أولئک يؤتون أجرهم مرتين بما صبروا ويدرءون بالحسنة السيئة ومما رزقناهم ينفقون﴾(۱)۔

یہ اپنے کئے ہوئے صبر کے بدلہ دوہرا اجر دیئے جائیں گے، یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل کتاب میں سے جو اپنے نبی پر ایمان لائے گا اور پھر محمد ﷺ پر ایمان لائے گا اسے دوہرا اجر دیا جائے گا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(۱) سورۃ القصص:۵۴۔

”ثلاثة يؤتون أجرهم مرتين: رجل من أهل الكتاب آمن بنبيه وأدرك النبي ﷺ فآمن به، واتبعه وصدقه، فله أجران، وعبد مملوک أدى حق الله تعالى وحق سيده فله أجران، ورجل كانت له أمة فغذها فأحسن غذاء ها ثم أدبها فأحسن أدبها، ثم أعتقها وتزوجها فله أجران“(۱)۔

تین لوگوں کو دوہرا اجر دیا جائے گا: ایک اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر نبی کریم ﷺ کو پا کر ان پر ایمان لایا، آپ کی اتباع اور تصدیق کی، تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے، دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا اور اپنے آقا کا حق ادا کیا اس کے لئے دوہرا اجر ہے، اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی تھی جسے اس نے

(۱) متفق علیہ بروایت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل من اسلم من اہل الکتابین، ۴/ ۲۵، حدیث (۳۰۱۱)، ومسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ، ۱/ ۱۳۴، حدیث (۱۵۴) الفاظ صحیح مسلم ہی کے ہیں۔

اچھی طرح کھلایا پلایا پھر اسے اچھی طرح ادب سکھایا اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

۲- کہا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس امت کے حق میں ہے، جیسا کہ سعید بن جبر نے ذکر کیا ہے کہ اہل کتاب نے فخر کیا کہ انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس امت (امت محمدیہ) کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی (۱)۔

اس قول کی تائید نبی کریم ﷺ سے مروی حضرت ابوموسیٰ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”مثل المسلمين واليهود والنصارى كمثل رجل استأجر قوما يعملون له يوماً إلى الليل على أجر معلوم، فعملوا له نصف النهار، فقالوا: لا حاجة لنا إلى أجرک الذي شرطت لنا وما عملنا باطل، فقال لهم: لا تفعلوا

(۱) اسے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں روایت کیا ہے، ۲۳/ ۲۰۹۔

أكملوا بقية عملكم وخذوا أجركم كاملاً، فأبوا وتركوا، واستأجر آخرين بعدهم فقال: أكملوا بقيه يومكم هذا ولكم الذي شرطت لهم من الأجر ، فعملوا حتى إذا كان حين صلاة العصر قالوا: لک ما عملنا باطل، ولک الأجر الذي جعلت لنا فيه، فقال لهم: أكملوا بقية عملكم فإنما بقي من النهار شيء يسير، فأبوا، فاستأجر قوماً أن يعملوا له بقية يومهم، فعملوا بقية يومهم حتى غابت الشمس، واستكملوا أجر الفريقين كليهما، فذلک مثلهم ومثل ما قبلوا من هذا النور"(۱)۔

مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ لوگوں کو متعین مزدوری کے عوض دن بھر کے لئے کام پر رکھا، ان لوگوں نے آدھے دن تک کام کیا پھر کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، باب الاجارۃ من العصر الی اللیل، ۳/ ۶۹، حدیث (۲۲۷۱)۔

طے کردہ مزدوری کی ضرورت نہیں اور جو کام ہم نے کیا ہے وہ باطل ہے (ہماری محنت اکارت گئی) تو اس نے ان سے کہا: ایسا نہ کرو بلکہ اپنا کام مکمل کر کے اپنی پوری مزدوری لے لو، لیکن انھوں نے انکار کیا اور کام چھوڑ دیا، اس شخص نے ان کے بعد دوسرے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا اور ان سے کہا: دن کے بقیہ حصہ کا کام مکمل کرو اور تمہارے لئے وہی مزدوری ہے جو میں نے ان (پہلے مزدوروں) کے لئے طے کی تھی، چنانچہ انھوں نے کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ ہم نے آپ کا جو کام کیا ہے وہ باطل ہے اور (ہماری محنت بیکار گئی) ہمارے لئے آپ کی طے کردہ مزدوری آپ ہی کے لئے ہے (ہمیں وہ مزدوری نہیں چاہئے) تو اس شخص نے ان سے کہا: اپنا بقیہ کام مکمل کر لو کیونکہ دن کا تھوڑا حصہ ہی باقی ہے، انھوں نے نہ مانا، چنانچہ اس شخص نے باقی ماندہ کام کے لئے دوسرے لوگوں کو اجرت پر رکھا، انھوں نے بقیہ کام کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور دونوں فریقوں کی مکمل مزدوری حاصل کر لی،

چنانچہ یہ ان کی اور اس نور کی مثال ہے جسے انھوں نے قبول کیا۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس بات کا احتمال بھی ہے کہ یہ امر عام ہو جس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سبھی شامل ہوں، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور تقویٰ کا حکم دیا ہے جس میں ظاہر و باطن اور اصول و فروع سمیت پورا دین داخل ہے، اور یہ کہ اگر وہ اس امر عظیم کی تابعداری کریں تو اللہ انہیں ''اپنی رحمت کے دو حصے'' عطا فرمائے گا، جن کی تعداد اور کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، ایمان کا اجر، تقویٰ کا اجر، اوامر کی بجا آوری کا اجر، منہیات سے اجتناب کا اجر، یا یہ کہ تثنیہ (کے صیغہ سے) یکے بعد دیگرے مسلسل (اجر) دیا جانا مراد ہے''(۱)۔

اور فرمان باری ﴿ویجعل لکم نوراً تمشون به﴾۔

اس میں کئی اقوال ہیں:

۱- یہاں نور سے مراد ''قرآن کریم'' ہے۔

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۷۸۲۔

۲- اس سے مراد ''ہدایت'' ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان میں سے درست ترین قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے ایک نور عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ چلیں گے، اور قرآن کریم نبی کریم ﷺ کی اتباع کے ساتھ ان لوگوں کے لئے نور اور ہدایت ہے جو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں' کیونکہ جو ان پر ایمان لائے گا ہدایت یاب ہوگا''(۱)۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی ''ہدایت'' جس کے ذریعہ وہ بے بصیرتی اور جہالت کے بعد علم و بصیرت حاصل کریں گے اور اللہ انہیں بخش دے گا، چنانچہ اللہ نے انہیں نور اور مغفرت سے فضیلت عطا فرمائی ہے... اور یہ آیت کریمہ (۲) اس آیت کی طرح ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا إن تتقوا الله یجعل لکم فرقاناً ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم والله ذو الفضل

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/۲۱۳۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم، ۴/۳۱۸۔

العظیم﴾(۱)۔

اے مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ویجعل لکم نوراً تمشون به﴾ یعنی تمہیں علم، ہدایت اور نور عطا فرمائے گا، جس کے ذریعہ تم جہالت کی تاریکیوں میں چلو گے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا ﴿والله ذو الفضل العظیم﴾ (اللہ بہت بڑے فضل والا ہے) چنانچہ فضل عظیم کے مالک (اللہ عزوجل) کے فضل پر اس ثواب کی کثرت کوئی عجب نہیں، جس کا فضل آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کو عام ہے، کوئی مخلوق اس کے فضل سے چشم زدن اور ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہیں ہوتی'' (۲)۔

فرمان باری ﴿تمشون به﴾۔

(۱) سورۃ الانفال: ۲۹۔

(۲) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۷۸۳۔

کہا گیا ہے کہ تم اسے (نور کو) لیکر لوگوں میں چلو گے، انہیں اسلام کی دعوت دو گے (۱)، اور کہا گیا ہے کہ تم اسے لیکر پل صراط پر چلو گے (۲)، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ان دونوں اقوال کو اکٹھا کردیا ہے، فرماتے ہیں: ''اور اللہ کے فرمان ﴿تمشون به﴾ میں اس بات کی خبر ہے کہ ان کا تصرف اور نقل وحرکت جس سے انہیں نفع ہوگا وہ نور ہی کے ذریعہ ہوگا، اور یہ کہ ان کا نور کے بغیر چلنا ان کے لئے کوئی سودمند نہیں بلکہ اس کا نقصان فائدہ سے زیادہ ہے، اور اس بات کا بیان ہے کہ نور والے ہی چلیں گے اور جوان کے علاوہ ہیں وہ مجبور اور ناکارے ہیں، چنانچہ ان کے دل کی کوئی حرکت ہے نہ ان کے احوال واقوال کی اور نہ ہی نیکیوں کی طرف ان کے قدم چلتے ہیں، اسی طرح جب روشنی والوں کے قدم چلیں گے تو ان کے قدم پل صراط پر چلنے سے عاجز ہوں گے، اور اللہ کے فرمان ﴿تمشون به﴾ میں ایک انوکھا نکتہ یہ بھی ہے کہ وہ جس طرح ان روشنیوں کے ذریعہ لوگوں کے درمیان

(۱) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۷/ ۲۵۶۔

(۲) تفسیر البغوی، ۴/ ۳۰۲۔

دنیا میں چلتے تھے اسی طرح اپنی روشنیوں سے پل صراط پر بھی چلیں گے، اور جس کے پاس روشنی نہ ہوگی اسے پل صراط پر ایک قدم بھی چلنے کی طاقت نہ ہوگی، لہٰذا وہ شدید ضرورت کے باوجود چل نہ سکے گا''(۱)۔

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ لابن القیم، ۲/۴۳۔

دوسرا مبحث:

نور وظلمات سنت نبویہ میں

احادیث نبویہ میں نور' اس کے حصول کی ترغیب' اللہ عزوجل سے اس کے سوال کرنے کا ذکر آیا ہے اسی طرح تاریکیوں اور ان کے اسباب کا ذکر بھی آیا ہے، اس سلسلہ میں چند احادیث وآثار حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے:

''اللهم اجعل في قلبي نوراً، وفي لساني نوراً، وفي سمعي نوراً، وفي بصري نوراً، ومن فوقي نوراً، ومن تحتي نوراً، وعن يميني نوراً، وعن شمالي نوراً، ومن أمامي نوراً، ومن خلفي نوراً، واجعل في نفسي نوراً،

وأعظم لي نوراً، وعظم لي نوراً، واجعل لي نوراً، واجعلني نوراً، اللهم أعطني نوراً، واجعل في عصبي نوراً، وفي لحمي نوراً، وفي دمي نوراً، وفي شعري نوراً، وفي بشري نوراً‘‘(۱)۔

اے اللہ میرے دل میں، میری زبان میں، میرے کان میں، میری آنکھ میں، میرے اوپر سے، میرے نیچے سے، میرے دائیں سے، میرے بائیں سے، میرے آگے سے ، میرے پیچھے سے نور بنا دے، میری ذات میں نور بنا دے، میرے نور کو بڑا اور باعظمت بنا دے، میرے لئے نور بنا دے، مجھے نور بنا دے، مجھے نور عطا فرما، اور میرے اعصاب میں ، میرے گوشت میں، میرے خون میں، میرے بال میں اور میری جلد میں نور بنا دے۔

(۱) متفق علیہ بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل، ۷/ ۱۹۱، حدیث (۶۳۱۶)، وصحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ۱/ ۵۲۵، حدیث (۷۶۳)۔

امام ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’آپ ﷺ کی مراد حق کی روشنی اور اس کا بیان و وضاحت ہے، گویا کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! میرے ان اعضاء کو حق میں استعمال فرما اور میرے تصرفات اور نقل و حرکت کو درستی اور خیر کی راہ پر قائم رکھ‘‘(۱)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اعضاء جسم، تصرفات، نقل و حرکت، حالات اور عمومی طور پر چھ سمتوں میں نور کا سوال کیا ہے تا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی بے نوری کا شکار نہ ہو‘‘(۲)۔

اس کی مزید وضاحت امام قرطبی رحمہ اللہ کے بیان سے ہوتی ہے، فرماتے ہیں: ’’اسے ظاہر پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے، ایسی صورت میں آپ ﷺ کے سوال کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آپ کے ہر عضو میں نور بھر دے جس سے ان تاریکیوں میں آپ اور آپ کے متبعین یا

(۱) النھایہ فی غریب الحدیث والاثر لابن الاثیر، باب نون مع واؤ، مادہ ’’نور‘‘ ۵/ ۱۲۵۔
(۲) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۶/ ۲۹۱، نیز دیکھئے: فتح الباری لابن حجر، ۱۱/ ۱۱۸۔

آپ کے متبعین میں سے اللہ جسے چاہے‘ وہ روشنی حاصل کرے، یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ روشنیاں علم وہدایت سے استعارہ ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه﴾(۱)۔

کیا وہ شخص جس کے سینہ کو اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہے۔

﴿ أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِيْ بِهِ فِي النَّاسِ﴾ (۲)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا جس کو لئے ہوئے وہ آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔

---

(۱) سورۃ الزمر:۲۲۔

(۲) سورۃ الانعام:۱۲۲۔

یعنی علم اور ہدایت‘‘۔

آگے فرماتے ہیں: ’’نور کے معنیٰ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ جو چیز اس کی طرف منسوب کی جائے وہ اس کا مظہر ہے، اور وہ اپنے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، چنانچہ سورج کی روشنی دیکھی جانے والی چیزوں کا مظہر ہے، دل کی روشنی معلومات کا گنجینہ کھولتی ہے، اور جوارح کا نور ان پر ظاہر ہونے والی نیکیاں ہیں‘ گویا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان اعضاء پر ہمیشہ ہمیش اطاعت کے اعمال ظاہر ہونے کی دعا فرمائی ہے، واللہ اعلم‘‘(۱)۔

امام طیبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: ’’ایک ایک عضو کے لئے نور طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اطاعت ومعرفت کے انوار سے مزین وآراستہ اور جہالت وگناہ کی تاریکی سے عاری ہو جائے، کیونکہ شیاطین ہر شش جہات کو وسوسوں سے گھیرے ہوئے ہوتے ہیں تو ان سے چھٹکارا ان شش جوانب کو روشن کرنے والے انوار سے ہوسکتا ہے، اور یہ سارے انوار ہدایت، بیان اور حق کی روشنی سے عبارت ہیں اور ان انوار کے مطالع

---

(۱) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۲/ ۳۹۵۔

کی رہنمائی اللہ عزوجل کے فرمان سے ہوتی ہے(۱):

﴿الله نور السماوات والأرض﴾ تا ﴿نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء﴾(۲)۔

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا.....نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(۲) ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الطهور شطر الإيمان، والحمد لله تملأ الميزان، وسبحان الله والحمد تملآن أو يملأ ما بين السماوات والأرض، والصلاة نور..."الحديث(۳)۔

پاکی آدھا ایمان ہے، الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور حمد

(۱) شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۴/۱۱۸۳، وفتح الباری لابن حجر، ۱۱/ ۱۱۸۔

(۲) سورۃ النور: ۳۵۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الطھارہ، باب فضل الوضوء، ۱/۲۰۳، حدیث (۲۲۳)۔

دونوں آسمانوں اور زمین کو بھر دیتے ہیں یا سبحان اللہ آسمانوں اور زمین کو بھر دیتا ہے اور نماز نور ہے...الحدیث۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان: "الصلاة نور" (نماز نور ہے)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو نماز کو اس کی صحت وکمال کی جملہ شرطوں کے ساتھ ادا کرے گا وہ اس کے دل کو روشن کر دے گی، بایں طور کہ اس میں مکاشفات اور علوم ومعارف کے انوار روشن ہوں گے حتیٰ کہ اس کی کماحقہ رعایت کرنے والے کا معاملہ یہاں تک جا پہنچے گا کہ وہ کہے:

"وجعلت قرة عيني في الصلاة"(۱)۔

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کر دی گئی ہے۔

اور یہ نماز قیامت کے روز کی تاریکیوں میں اپنی رعایت کرنے والے کا راستہ روشن کرے گی، نیز قیامت کے دن نمازی کے چہرے کو روشن کرے

(۱) مسند احمد، ۳/ ۱۲۸، ۱۹۹، ۲۸۵، وسنن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، ۷/ ۶۲۔

گی، چنانچہ اس کا چہرہ اور اعضاء وجوارح روشن اور پرنور رہوں گے(۱)۔

امام نووی فرماتے ہیں: ''رہا نبی کریم ﷺ کا فرمان: ''نماز نور ہے'' تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور فواحش ومنکرات سے روکے گی اور درستگی کی طرف رہنمائی کرے گی جیسا کہ نور سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ نماز کا اجر قیامت کے دن نمازی کے لئے روشنی کی شکل میں ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ: نماز معارف کے انوار روشن کرنے' دل کے انشراح اور حقائق کے مکاشفات کا سبب ہے کیونکہ دل اسی سے وابستہ اور ظاہری وباطنی طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿واستعینوا بالصبر والصلاۃ﴾(۲)۔

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ: نماز قیامت کے دن (نمازی)

(۱) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۱/ ۴۷۶۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۴۵۔

کے چہرے پر ظاہری نور ہوگی اور دنیا میں بھی اس چہرے پر روشنی اور جمال ہوگی برخلاف اس شخص کے جو نماز نہیں پڑھتا، واللہ اعلم''(۱)۔

میں (مولف) کہتا ہوں کہ یہ نور مذکورہ تمام چیزوں کو شامل ہے، واللہ اعلم۔

(۳) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: ''ایک وقت کی بات ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آواز (۲) سنی' تو اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھلا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا، اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا، تو انہوں (جبریل) نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو آج ہی زمین پر اترا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں اترا، اس (اترنے والے) نے سلام کیا اور کہا: آپ ان دونوں روشنیوں سے خوش ہوجایئے جو آپ کو عطا ہوئی ہیں' آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو عطا نہ ہوئیں، (وہ ہیں:) سورۂ

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۳/۱۰۳۔

(۲) دروازہ کھولنے کی آواز کے مثل، شرح النووی علی صحیح مسلم، ۶/ ۳۳۹۔

فاتحہ اورسورۂ بقرہ کی آخری آیات، آپ ان دونوں میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کوضرورعطا ہوگا''(۱)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فرشتہ کا یہ کہنا کہ آپ دو روشنیوں سے خوش ہوجایئے'' یعنی دو عظیم اور روشن چیزوں سے خوش ہوجایئے، جن کے ذریعہ آپ ان کے پڑھنے والوں کو روشنی عطا کریں گے، اس وصف سے سورۂ فاتحہ کواس لئے خاص کیا گیا ہے کہ سورۂ فاتحہ اجمالی طور پر ایمان' اسلام اور احسان کے معانی پر مشتمل ہے، اور یہ چیزیں مجموعی طور پر دینی قواعد کے اصول اور علوم ومعارف کی کنجیوں کو شامل ہیں، اورسورۂ بقرہ کواس وصف کے ساتھ اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی مدح وثنا اوران آیات کی حسن اتباع، ان کے معانی کوتسلیم کرنے، اللہ سے رونے اور گڑگڑانے اور تمام امور میں اللہ کی طرف رجوع ہونے کے ذکر کے ذریعہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وستائش

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرہ، ۱/۵۵۴، حدیث (۸۰۶)۔

پر مشتمل ہے اوران کے جاننے کے بعد جواس میں ان کی دعا کی قبولیت کا بیان ہے، کہ پھر اللہ نے ان سے تخفیف کردی، انہیں بخش دیا اور وہ نصرت ومدد سے ہمکنار ہوئے، اوراس میں ان کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں جن کی جستجو باعث طوالت ہے''(۱)۔

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

'' إن هذه القبور مملوء ة ظلمة على أهلها، و إن الله عز وجل ينورها لهم بصلاتي عليهم''(۲)۔

یہ قبریں اپنے اندر مدفون لوگوں پر تاریکیوں سے بھری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر میری نماز کے سبب ان میں روشنی کرتا ہے۔

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کا فرمان ''یہ قبریں اپنے اندر مدفون لوگوں پر تاریکیوں سے بھری ہوئی ہیں' الخ'' اسلوب حکیم کی

(۱) دیکھئے: المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، ۲/۴۳۴۔
(۲) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی القبر، ۲/۶۵۹، حدیث (۹۵۶)۔

طرح ہے، یعنی میت پر نماز جنازہ ادا کرنے میں اس کی حقارت یا رفعت شان بتانا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ نماز جنازہ اس کے لئے سفارشی کے طور پر ہے تاکہ اللہ اس کی قبر کو روشن کردے...''(۱)۔

(۵) ابوسلمہ کی وفات کے بعد ان کی آنکھ بند کرتے ہوئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی (درج ذیل) دعا مروی ہے:

''اللهم اغفر لأبي سلمة، وارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين، واغفرلنا وله يا رب العالمين، وافسح له في قبره ونور له فيه''(۲)۔

اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کا درجہ بلند فرما، اور ان کے بعد ان کے پسماندگان میں ان کا جانشین بنا، اور اے رب العالمین! ہماری اور ان کی مغفرت فرما، اور ان کی

(۱) شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۴/ ۱۳۹۵، نیز دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح للملا علی القاری، ۴/ ۱۷۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اغماض المیت والدعاء لہ اذا حضر، ۲/ ۶۳۴، حدیث (۹۲۰)۔

قبر میں کشادگی فرما، اور اس میں ان کے لئے روشنی اور نور عطا فرما۔

ابوسلمہ کے لئے یہ بڑی عظیم دعا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بلندیٔ درجات کی دعا فرمائی' یعنی ان کا درجہ بلند فرما، انہیں ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما جنھیں تو نے ہدایت عطا فرمائی ہے اور ان کے بعد ان کے پسماندگان مثلاً ان کے اہل واولاد کا جانشین ہوجا، ان کے معاملات و مصالح کی حفاظت فرما اور انہیں اپنے علاوہ کے حوالہ نہ فرما کیونکہ وہ ان کے پسماندگان (یعنی بعد میں باقی) ہیں، اور ''غابرین'' سے مراد بقیہ لوگ ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فأنجيناه وأهله إلا امرأته كانت من الغابرين﴾(۱)۔

سو ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ انہیں لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔

یعنی عذاب میں باقی ماندہ لوگوں میں سے تھی، اور ''غبر'' کا لفظ اضداد

(۱) سورۃ الاعراف: ۸۳۔

میں سے ہے باقی رہنے کے معنیٰ میں آتا ہے اور جانے کے بھی (۱)۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ''وافسح له في قبره ونور له فيه''۔

یعنی ان کی قبر میں کشادگی کردے اور اس کی تاریکی دور فرما'' (۲)۔

(٦) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مکہ و مدینہ کے درمیان خُم نامی ایک چشمہ پر ہمارے درمیان خطیب کی حیثیت سے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا کی اور پھر ہمیں وعظ و نصیحت کی، پھر فرمایا:

''أما بعد، ألا أيها الناس إنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور، [هو حبل الله المتين من اتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على

(۱) دیکھئے: المفهم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، للقرطبی، ۲/۵۷۳، وشرح النووی علی صحیح مسلم، ٦/۴۷۸، وشرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۴/۱۳۷۴۔

(۲) دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح للملا علی القاری، ۴/۸۷۔

الضلالة] فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به'' (۱)۔

حمد وثنا کے بعد، لوگو سنو! میں ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے اللہ کا قاصد (ملک الموت) آئے، اور میں اس کی بات پر لبیک کہہ دوں، اور میں تمہارے درمیان دو ٹھوس بنیادیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اور وہ اللہ کی ایسی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں سمجھو۔

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے التزام پر ابھارا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے... الحدیث۔

امام نووی رحمہ اللہ فرمان نبوی ''هو حبل الله'' (وہ اللہ کی رسی ہے) کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''کہا گیا ہے کہ اللہ کی رسی سے مراد اس کا عہد

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ۴/۱۸۷۳، حدیث (۲۴۰۸)۔

وپیمان ہے، اور کہا گیا ہے کہ اللہ کی رضا ورحمت تک پہنچانے والا زینہ ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کا وہ نور ہے جس کے ذریعہ وہ ہدایت عطا فرماتا ہے''(۱)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی کتاب پر عمل کرنا اس کی رحمت، رضا، ہدایت اور اس کی توفیق تک پہنچاتا ہے، واللہ المستعان۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے فتنۂ قبر اور سوالوں پر مسلمانوں کے جواب کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

''ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعاً في سبعين، ثم ينور له فيه''(۲)۔

پھر اس کی قبر میں ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی وسعت کردی جائے

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱۹۱/۱۵۔

(۲) جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ۲۷۴/۴، حدیث (۱۰۷۱)، وابن ابی عاصم، کتاب السنۃ، ۴۱۶/۲، حدیث (۸۶۴)، علامہ البانی اسے صحیح سنن ترمذی (۳۶۹/۲) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (حدیث/۱۳۴۳) میں صحیح قرار دیا ہے۔

گی، پھر اس میں روشنی کردی جائے گی۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی قبر وسیع کر کے ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی کردی جائے گی اور پھر اس وسیع قبر میں روشنی کردی جائے گی (۱)۔

(۸) حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سفید بالوں کو اکھیڑنے سے منع کیا ہے، اور فرمایا ہے:

''إنه نور المسلم''(۲)۔

یہ مسلمان کا نور ہے۔

(۹) حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

(۱) دیکھئے: تحفۃ الاحوذی بشرح سنن الترمذی، ۲۸۳/۴۔

(۲) جامع ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی النہی عن نتف الشیب، ۱۲۵/۵، حدیث: (۲۸۲۱) وابن ماجہ، کتاب الادب، باب نتف الشیب، ۱۲۲۶/۲، حدیث (۳۷۲۱)، ومسند احمد بن حنبل، ۱۷۹/۲، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی (۳۶۹/۲) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث (۱۲۴۳) میں صحیح قرار دیا ہے۔

”من شاب شيبة في الإسلام كانت له نوراً يوم القيامة“(۱)۔

جس کے بال (بڑھاپے کے سبب) اسلام (کی حالت) میں سفید ہوگئے، وہ قیامت کے روز اس کے لئے روشنی ہوں گے۔

(۱۰) عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من شاب شيبة في سبيل الله كانت له نوراً يوم القيامة“(۲)۔

---

(۱) جامع ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل من شاب شیبۃ فی سبیل اللہ، ۴/۱۷۲، حدیث (۱۶۳۴)، وسنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب النہی عن نتف الشیب، ۸/۱۳۶، حدیث (۵۰۶۸)، وصحیح ابن حبان، بروایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۷/۲۵۱، حدیث (۲۹۸۳)، امام ابوداود رحمہ اللہ نے بھی بسند عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اس کے ہم معنیٰ الفاظ میں روایت کیا ہے، کتاب الترجل، باب نتف الشیب، ۴/۸۵، حدیث (۴۲۰۲)، ومسند احمد، ۴/۴۱۳، ۲۳۶، و ۶/۲۰، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۳/۲۴۸، حدیث: ۱۲۴۴) اور صحیح سنن ترمذی (۲/۱۲۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) جامع ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل من شاب شیبۃ فی سبیل اللہ، ==

جس کے بال (بڑھاپے کے سبب) اللہ کی راہ میں سفید ہوگئے، وہ قیامت کے روز اس کے لئے روشنی ہوں گے۔

(۱۱) عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الشيب نـــــــور المؤمن، لا يشيب رجل شيبة في الإسلام إلا كانت له بكل شيبة حسنة، ورفع بها درجة“(۱)۔

سفید بال مومن کا نور ہے جس کسی شخص کے بال اسلام میں سفید ہوتے ہیں اسے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی ملتی ہے اور ایک

== ۴/۱۷۲، حدیث (۱۶۳۵)، اور فرمایا ہے کہ: ”یہ حدیث حسن صحیح ہے“ امام ابن حبان نے بروایت ابونجیح سلمی روایت کیا ہے، ۷/۲۵۲، حدیث (۲۹۸۴)۔

(۱) شعب الایمان للبیہقی، ۵/۲۰۵، حدیث (۶۳۸۷)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث/۱۲۴۳) میں حسن قرار دیا ہے، نیز امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس کے ہم معنیٰ الفاظ میں روایت کیا ہے، کتاب الترجل، باب فی نتف الشیب، ۴/۸۵، حدیث (۴۲۰۲)۔

درجہ بلند ہوتا ہے۔

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

”لا تنتفوا الشيب؛ فإنه نور يوم القيامة، ومن شاب شيبة في الإسلام ، كتب له بها حسنة ، وحط عنه بها خطيئة، ورفع له بها درجة“(۱)۔

سفید بال نہ اکھیڑو، کیونکہ وہ قیامت کے روز روشنی ہوگا، اور جس شخص کے بال اسلام میں سفید ہوگئے، اس کے لئے اس کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی ، ایک گناہ مٹایا جائے گا اور ایک درجہ بلند ہوگا۔

اس معنیٰ کی بیشمار حدیثیں ہیں، جو دس سے زائد صحابۂ کرام سے مروی ہیں، مذکورہ پانچ حدیثیں سفید بالوں کی فضیلت بیان کرتی ہیں اور یہ کہ

(۱) صحیح ابن حبان، ۷/۲۵۳، حدیث (۲۹۸۵)، اس کی سند علامہ شعیب ارنووط نے حسن کہا ہے، نیز علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۳/ ۲۴۷، حدیث: ۱۲۴۳) میں حسن قرار دیا ہے۔

انہیں نہ اکھیڑا جائے، کیونکہ وہ مسلمان کا نور اور وقار ہیں، اور وقار انسان کو غرور وتکبر سے روکتا ہے اور اسے اطاعت اور توبہ کی طرف مائل کرتا ہے، اس کی نفسانی خواہشات سرد پڑ جاتی ہیں، چنانچہ وہ اس کا نور بن جاتا ہے جو حشر کی تاریکیوں میں اس کے آگے آگے چلے گا‘ یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کردے گا (۱)، چنانچہ سفید بال بذات خود نور ہو جائے گا جس سے وہ شخص ہدایت یاب ہوگا، اور قیامت کے روز اس کے سامنے دوڑے گا‘ اور بال کی سفیدی گرچہ بندہ کی اپنی کمائی نہیں ہوتی، لیکن اگر اس کا سبب جہاد یا خوف الٰہی ہو تو اسے اس کے قائم مقام سمجھا جائے گا، چنانچہ داڑھی، مونچھ‘ عنفقہ (نچلے ہونٹ اور داڑھ کے درمیانی بال) اور ابرو کے سفید بالوں کو اکھیڑنا مکروہ ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حرام کہا جائے تو بھی بعید (مبالغہ) نہ ہوگا (۲)۔

(۱) دیکھئے: شرح الطیبی بر مشکاۃ المصابیح، ۹/ ۲۹۳۴۔

(۲) دیکھئے: فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر للمناوی، ۶/ ۱۵۶، وتحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، ۵/ ۲۶۱۔

اور جو اس سفیدی کو سیاہی سے تبدیل کرے گا (کالا خضاب لگائے گا) اسے یہ نور حاصل نہ ہوگا، الا یہ کہ وہ توبہ کرلے یا اللہ تعالی اسے معاف فرمادے(۱)۔

یہ سفید بال اعمال صالحہ کی روشنی کا بھی سبب ہے، چنانچہ وہ مسلمان کی قبر میں روشنی ہوگا اور حشر کی تاریکیوں میں اس کے سامنے دوڑے گا(۲)۔

یہ فضیلت ایک سفید بال سے بھی حاصل ہوتی ہے وہ (ایک بال) روشنی اور موقف کی تاریکیوں اور ہولناکیوں سے نجات دلانے والا ہوگا(۳)۔

ان احادیث میں وارد یہ فضیلت مسلمان کو سفید بال کے نہ اکھیڑنے کی رغبت دلاتی ہے، اور اکھیڑنے سے زیادہ سنگین اسے سیاہی سے تبدیل کرنا ہے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس سے روکا اور تنبیہ فرمائی ہے۔

چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں

(۱) دیکھئے: سابق مصدر، ۶/ ۱۵۷۔

(۲) دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح، لملا علی القاری، ۸/ ۲۳۵۔

(۳) دیکھئے: تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، للمبارکفوری، ۵/ ۲۶۱۔

کہ ابو قحافہ کو فتح مکہ کے روز لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ کی مانند سفید تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد"(۱)۔

اسے کسی چیز سے بدل لو اور سیاہی سے اجتناب کرو۔

"ثغامہ" ایک سفید پودا ہے جس کا پھول اور پھل دونوں سفید ہوتا ہے، بالوں کی سفیدی کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے جو برف یا نمک کی طرح سفید ہوتا ہے(۲)۔

فرمان نبوی "اسے کسی چیز سے بدل لو" سفیدی کے بدلنے کا حکم ہے، یہی خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت نے بھی کہا ہے، لیکن کسی نے اس کے وجوب کی بات نہیں کہی ہے بلکہ یہ مستحب ہے(۳)۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینہ، باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ أوحمرۃ وتحریمہ بالسواد، ۳/ ۱۶۶۳، حدیث (۴۲۱۲)۔

(۲) المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، للقرطبی، ۵/ ۴۱۸۔

(۳) مصدر سابق، ۵/ ۴۱۸۔ میں (راقم الحروف) نے علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو مورخہ ۲۱/ ۸/ ۱۴۱۸ھ کو سنن نسائی کی حدیث (۵۰۷۳) کی شرح کرتے ہوئے سنا کہ ==

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب نہیں لگایا' صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ سے صحیح سندوں کی بنیاد پر ثابت ہے کہ آپ نے مہندی اور زردی (پیلے رنگ) کا خضاب لگایا ہے'' (۱)۔

شاید امام قرطبی رحمہ اللہ کا اشارہ ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کی (درج ذیل) حدیث کی طرف ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

''**أتيت أنا وأبي النبي ﷺ، وكان قد لطخ لحيته بالحناء**'' (۲)۔

یعنی میں اور میرے ابا جان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (دیکھا کہ) آپ اپنی داڑھی مبارک کو حنا (مہندی)

== آپ نے فرمایا: ''خضاب سنت موکدہ ہے واجب نہیں''۔

(۱) مصدر سابق، ۵/ ۴۱۸۔

(۲) سنن نسائی، کتاب الزینہ، باب الخضاب بالحناء والکتم، ۸/ ۱۴۰، حدیث (۵۰۸۳)، و ابوداود، کتاب الترجل، باب فی الخضاب، ۴/ ۸۶، حدیث (۴۲۰۶)، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/ ۱۰۴۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

سے رنگے ہوئے تھے۔

نیز انہی سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں:

''**أتيت النبي ﷺ ورأيته قد لطخ لحيته بالصفرة**'' (۱)۔

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی مبارک کو زرد رنگ سے رنگے ہوئے ہیں۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا، تو میں نے عرض کیا اے ابو عبد الرحمٰن! آپ اپنی داڑھی کو خلوق (ایک قسم کی خوشبو جس کا رنگ زرد کے قریب ہوتا ہے) سے رنگتے ہیں!! انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی داڑھی کو زرد کرتے تھے، اور اس سے زیادہ کوئی رنگ آپ کو

(۱) سنن نسائی، کتاب الزینہ، باب الخضاب بالحناء والکتم، ۸/ ۱۴۰، حدیث (۵۰۸۴)، وابوداود، کتاب الترجل، باب فی الخضاب، ۴/ ۸۶، حدیث (۴۲۰۸)، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/ ۱۰۴۴) اور مختصر الشمائل المحمدیہ (ص/ ۴۰، ۴۱ حدیث: ۳۶، ۳۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

محبوب نہ تھا‘‘(۱)۔

یہ تو رہے نبی کریم ﷺ کے عملی دلائل، آپ کی قولی حدیثوں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’إن أحسن ما غيرتم به الشيب: الحناء والكتم‘‘(۲)۔

سب سے بہتر چیز جس سے تم اپنے بالوں کی سفیدی بدلو گے حنا (مہندی) اور کتم (ایک پودا جس سے سیاہی مائل سرخ رنگ پیدا ہوتا ہے) ہیں۔

۱۱- اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان

---

(۱) سنن نسائی، کتاب الزینہ، باب الخضاب بالصفرہ، ۸/۱۴۰، حدیث (۵۰۸۵)، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/۱۰۴۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سنن نسائی، کتاب الزینہ، باب الخضاب بالحناء والکتم، ۸/۱۳۹، حدیث (۵۰۷۷-۵۰۸۰)، نیز بروایت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ، حدیث (۵۰۸۱،۵۰۸۲) و ابوداود، کتاب الترجل، باب ’’فی الخضاب‘‘، ۴/۸۵، حدیث (۴۲۰۵)۔

کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا جس نے اپنے بالوں میں مہندی لگا رکھی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **’’ما أحسن هذا؟‘‘** کیا خوب ہے یہ! فرماتے ہیں کہ ایک دوسرا شخص گزرا جو اپنے بالوں کو مہندی اور کتم دونوں سے رنگا تھا، تو آپ نے فرمایا: **’’هذا أحسن من هذا‘‘** یہ اس (پہلے) سے بھی بہتر ہے، بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک تیسرے شخص کا گزر ہوا، جس نے اپنے بالوں میں زرد خضاب لگا رکھا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **’’هذا أحسن من هذا كله‘‘** یہ اُن تمام سے بہتر ہے(۱)۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ’’نبی کریم ﷺ سبتی (۲) جوتے پہنتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک کو ورس (ایک خوشبو دار پودا جس کا رنگ سرخ کے قریب ہوتا ہے) اور زعفران (ایک خوشبو دار پودا جس کا رنگ گیروا ہوتا ہے) سے زرد کرتے تھے‘‘ اور

---

(۱) سنن ابوداود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی خضاب الصفرہ، ۴/۸۶، حدیث (۴۲۱۱) علامہ البانی نے مشکاۃ المصابیح کی تحقیق میں فرمایا ہے: ’’اس کی سند جید ہے‘‘ ۲/۱۲۶۶۔

(۲) سبتی ’’سبت‘‘ کی طرف منسوب ہے جس کے معنیٰ دباغت دی ہوئی اور بال اتاری ہوئی جلد کے ہیں، اور دباغت ایک مخصوص عمل کو کہتے ہیں جس سے جلد کی رطوبت اور بدبو زائل ہو جاتی ہے، آپ ﷺ ایسی ہی جلد سے بنا ہوا جوتا پہنا کرتے تھے۔ (مترجم)

ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے(۱)۔

میں (راقم الحروف) نے علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ: ''زردی استعمال کرنے کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیحین میں بھی وارد ہے، اور داڑھی یا مونچھ یا سر کے بال زعفران کے استعمال سے مستثنیٰ ہیں''(۲)۔

نیز یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''مہندی یا زرد رنگ یا مہندی اور کتم کا خضاب لگانا سنت ہے''(۳)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک خالص مہندی اور مہندی اور

(۱) سنن نسائی، کتاب الزینہ، باب تصفیر اللحیۃ بالورس والزعفران، ۱۸۶/۸، حدیث (۵۲۴۴)، وابوداود، کتاب الترجل، باب ما جاء فی خضاب الصفرہ، ۸۶/۴، حدیث (۴۲۱۰)، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۱۰۶۵/۳، حدیث: ۴۸۳۹) اور صحیح سنن ابوداود (۷۹۲/۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) یہ بات میں نے علامہ رحمہ اللہ سے مورخہ ۱۰/۱۱/۱۴۱۸ھ بروز اتوار، بعد نماز مغرب جامع امیرہ سارہ میں سنن نسائی کی حدیث (۵۲۴۴) کی شرح کرتے ہوئے سنا ہے۔

(۳) یہ بات میں نے علامہ رحمہ اللہ سے مورخہ ۲۴/۸/۱۴۱۸ھ کو مذکورہ مقام پر سنن نسائی کی حدیث (۵۰۸۵) کی شرح کرتے ہوئے سنا ہے۔

کتم کا خضاب لگانے کی بات ہے تو اس میں اختلاف کرنا مناسب نہیں، کیونکہ اس بارے میں حدیثیں صحیح ہیں البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس میں مسئلہ دو حالتوں پر محمول ہے:

۱- ملک (یا شہر) کی عادت، چنانچہ جس شخص کے یہاں کا (ماحول) خضاب نہ لگانا ہو اس کا ماحول کے خلاف عمل کرنا ایک قبیح اور ناپسندیدہ شہرت ہے۔

۲- بالوں کی سفیدی میں لوگوں کے حالات کا مختلف ہونا، چنانچہ بعض صاف ستھرے سفید بال خضاب شدہ بالوں سے خوبصورت لگتے ہیں، اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، لہٰذا جسے خضاب برا لگے وہ اس سے اجتناب کرے، اور جسے اچھا لگے وہ استعمال کرے، اور خضاب کے دو فائدے ہیں:

پہلا فائدہ: گرد وغبار اور دھوئیں وغیرہ سے بالوں کی حفاظت۔

دوسرا فائدہ: اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی مخالفت (۱)، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(۱) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۴۲۰/۵۔

”إن اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم“(۱)۔

یہود ونصاریٰ اپنے بالوں کونہیں رنگتے ہیں، لہٰذا ان کی مخالفت کرو۔

مزید فرماتے ہیں: ”لیکن یہ بالوں کا رنگنا سیاہی کے علاوہ سے ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”واجتنبوا السواد“ یعنی سیاہی سے اجتناب کرو، واللہ اعلم“(۲)۔

نیز فرماتے ہیں: ”نبی کریم ﷺ کے فرمان ”واجتنبوا السواد“ یعنی سیاہی سے اجتناب کرو، کالے خضاب سے اجتناب کرنے کا حکم ہے، اور ایک جماعت نے اسے ناپسند کیا ہے، ان میں سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمہ اللہ بھی ہیں، اس حدیث سے ظاہر بھی یہی ہوتا ہے، اس (کالے سے اجتناب) کی علت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ عورتوں سے حیلہ اپنانے کے قبیل سے ہے، اور یہ کہ وہ

(۱) متفق علیہ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ۴/۱۷۵ حدیث (۳۴۶۲) وصحیح مسلم، کتاب اللباس والزینہ، باب فی مخالفۃ الیہود فی الصبغ، ۳/۱۶۶۳، حدیث (۲۱۰۳)۔

(۲) المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۵/۴۲۰۔

چہرے میں سیاہی ہے، لہٰذا ناپسندیدہ ہے' کیونکہ یہ جہنمیوں کے حلیہ سے مشابہت رکھتا ہے“(۱)۔

پھر آپ (امام قرطبی رحمہ اللہ) نے سلف صالحین کی ایک بڑی جماعت کا ذکر کیا ہے' جو اپنے بالوں کو سیاہی سے رنگا کرتے تھے، اور فرمایا ہے کہ ”میں نہیں جانتا کہ ابو قحافہ کی حدیث کے تئیں ان کا کیا عذر ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اس کا کم سے کم درجہ کراہت ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے“(۲)۔

میں (راقم) کہتا ہوں کہ جہاں تک سلف رحمہم اللہ جو سیاہی کا استعمال کیا کرتے تھے ان کے عذر کی بات ہے تو وہ اس بات پر محمول ہے کہ انہیں سیاہی سے رنگنے کے بارے میں صریح ممانعت کی حدیث نہیں پہنچی تھی، واللہ اعلم۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہمارا مذہب یہ ہے کہ مرد وعورت کے

(۱) مصدر سابق، ۵/۴۱۹۔

(۲) مصدر سابق، ۵/۴۱۹۔

لئے بالوں کو زرد یا سرخ سے رنگنا مستحب ہے اور صحیح ترین قول کے مطابق کالا خضاب لگانا حرام ہے‘‘(۱)۔

سیاہ خضاب کی حرمت کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کے اختیار کردہ رائے کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام، لا يريحون رائحة الجنة‘‘(۲)۔

آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو کبوتر کے سینہ کی مانند

(۱) صحیح مسلم بشرح نووی، ۱۴/ ۳۲۵۔

(۲) سنن ابوداود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی خضاب السواد، ۴/ ۸۷، حدیث (۴۲۱۲)، وسنن نسائی کتاب الزینہ، باب النہی عن الخضاب بالسواد، ۸/ ۱۳۸، حدیث (۵۰۷۵)، ومسند احمد، ۱/ ۲۷۳، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۶/ ۴۹۹) میں فرمایا ہے: ’’اس حدیث کی سند قوی ہے‘‘ نیز علامہ البانی نے اس کی سند کو غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام میں صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ شیخین (امام بخاری ومسلم) کی شرط پر ہے، ص ۸۴۔

کالا خضاب لگائیں گے، ایسے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے۔

میں (راقم) نے سماحۃ الامام علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ’’اس حدیث کی سند جید (عمدہ) ہے، اور یہ حدیث بالوں کو سیاہی سے بدلنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ یہ وعید ہے‘‘(۱)۔

اور فرمان نبوی ﷺ: **’’كحواصل الحمام‘‘** کا مطلب ہے، یعنی کبوتر کے سینہ کی مانند، عام طور پر، کیونکہ بعض کبوتروں کے سینے سیاہ نہیں ہوتے (۲)۔

کالے خضاب کی قباحت پر بعض سلف جو کالا خضاب لگایا کرتے تھے،

(۱) یہ بات میں نے آں رحمہ اللہ سے مورخہ ۲۱/ ۸/ ۱۴۱۸ھ کو بروز اتوار بعد نماز مغرب بدیعہ کی جامع امیرہ سارہ میں سنن نسائی کی حدیث (۵۰۷۵) کی شرح کرتے ہوئے سنا ہے۔

(۲) دیکھئے: شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۹/ ۲۹۳۳، ومرقاۃ المفاتیح، لملا علی القاری، ۸/ ۲۳۲۔

ان کا درج ذیل قول بھی دلالت کرتا ہے:

نسـود أعـلاهـا وتأبى أصـولها

ولا خير في الأعلى إذا فسد الأصل(۱)

ہم بالوں کے اوپری حصہ کو سیاہ کرتے ہیں، جبکہ ان کی جڑیں یونہی رہتی ہیں، اور جب اصل (جڑ) ہی خراب ہو تو اوپری حصہ میں کوئی بھلائی نہیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ اس باب کی حدیثوں میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بالوں کی سفیدی کے بدلنے کے تعلق سے جن باتوں سے منع فرمایا ہے وہ دو چیزیں ہیں:

ایک اسے اکھیڑنا، اور دوسرے اس میں کالا خضاب لگانا۔

اور جن چیزوں کی اجازت دی ہے وہ اسے رنگنا اور کالے خضاب کے علاوہ جیسے مہندی اور کتم وغیرہ سے اسے بدلنا ہے، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عمل رہا ہے... رہا کالا خضاب تو اسے اہل علم کی ایک جماعت

(۱) شرح مشکل الآثار، للطحاوی، ۹/۳۱۴۔

نے ناپسند کیا ہے، اور سابقہ دلائل کی روشنی میں بلا شبہ یہی درست بھی ہے، امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا آپ کالا خضاب ناپسند کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں اللہ کی قسم! یہ ان مسائل میں سے ہے جن پر انھوں نے قسم کھائی ہے... اور اس مسئلہ میں کچھ لوگوں نے رخصت دی ہے، ان میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متبعین ہیں، اور حضرات حسن، حسین، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن جعفر اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے، لیکن ان حضرات سے اس کا ثبوت محل نظر ہے، اور (بالفرض) اگر ثابت بھی ہو تو رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل کسی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں، آپ ﷺ کی سنت سب سے زیادہ مستحق اتباع ہے، گرچہ مخالفت کرنے والے اس کی مخالفت کریں''(۱)۔

سفید بالوں اور ان کی تبدیلی کے بارے میں وارد احادیث کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) تہذیب ابن القیم، مطبوع مع معالم السنن الخطابی، ۶/۱۰۴، نیز دیکھئے: غذاء الالباب لشرح منظومۃ الآداب، للشیخ محمد السفارینی، ۱/۴۱۵-۴۲۰، و۴۲۱-۴۲۸۔

(۱) سفید بال دنیا و آخرت میں مومن کا نور ہے۔

(۲) سفید بالوں کے اکھیڑنے کی ممانعت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

(۳) سفید بالوں سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) سفید بالوں سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(۵) سفید بالوں سے گناہ مٹائے جاتے ہیں۔

(۶) بالوں میں کالا خضاب استعمال کرنے کی حرمت۔

(۷) سفید بالوں کو مہندی، یا زرد رنگ یا مہندی اور کتم کے ذریعہ رنگنا سنت موکدہ ہے۔

(۸) مہندی کا رنگ سرخ اور مہندی اور کتم کا رنگ سیاہی و سرخی کے مابین ہوتا ہے۔

(۹) سلف صالحین میں سے جنھوں نے بالوں میں کالے خضاب کا استعمال کیا ان کے پاس کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہیں۔

(۱۰) رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مقابل کسی کے قول کا کوئی اعتبار

نہیں خواہ کوئی بھی ہو۔

(۱۱) بالوں کی سفیدی کے درازی عمر کے علاوہ بھی کئی اسباب ہیں۔ چنانچہ بسا اوقات خوف الٰہی یا دوسرے کسی سبب سے بھی بال جلدی سفید ہو جاتے ہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے بال سفید ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا:

''شيبتني هود، والواقعة، والمرسلات، وعم يتسآء لون، وإذا الشمس كورت''(۱)۔

سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساء لون (نبأ) اور سورۂ اذا الشّمس کورت (تکویر) نے مجھے بوڑھا کر دیا (میرے

---

(۱) جامع الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الواقعہ، ۵/۴۰۲، حدیث (۳۲۹۷) اور انھوں نے اس کی تحسین فرمائی ہے، نیز علامہ البانی نے اسے مختصر شمائل الترمذی، (ص ۴۰، حدیث: ۳۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

بال سفید کر دیئے)۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے بال سفید ہو گئے! تو آپ نے فرمایا:

"شيبتني هود وأخواتها"(۱).

سورۂ ہود اور اس کی بہنوں (ہم موضوع سورتوں) نے میرے بال سفید کر دیئے۔

اللہ عزوجل ہی درستی کا توفیق دہندہ ہے۔

(۱۳) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"میں تمنا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ باحیات رہیں یہاں تک کہ ہمیں پیچھے چھوڑیں - آپ کا مقصود ہے کہ آپ ﷺ ان میں سب سے آخر میں وفات پاتے - لیکن اگر محمد ﷺ کی وفات بھی ہو جائے تو اللہ نے تمہارے

(۱) الشمائل للترمذی، اور علامہ البانی نے مختصر شمائل الترمذی (ص ۴۰، حدیث: ۳۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

درمیان ایک نور بنا رکھا ہے جس سے تم ہدایت یاب ہو گے، جس سے اللہ نے محمد ﷺ کو ہدایت عطا فرمایا تھا"(۱)۔

حضرت عمر کے قول میں "نور" سے مراد قرآن عظیم ہے کیونکہ اس میں ہدایت اور نور ہے، چنانچہ جو اس پر عمل کرے گا وہ صراط مستقیم اور روشن حق پر گامزن ہوگا (۲)۔

(۱۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الله عز وجل خلق خلقه في ظلمة فألقى عليهم من نوره، فمن أصابه من ذلک النور اهتدی، ومن أخطأه ضل، فلذلک أقول: جف القلم على علم الله"(۳)۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف، ۸/۱۶۰، حدیث (۷۲۱۹)۔

(۲) دیکھئے: فتح الباری لابن حجر، ۱۳/ ۲۰۹، وارشاد الساری للقسطلانی، ۱۵/۱۸۰۔

(۳) جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الامہ، ۵/۲۶، حدیث (۲۶۴۲) اور انھوں نے فرمایا ہے کہ "یہ حدیث حسن ہے"، ومسند احمد، ۲/۱۷۶، نیز امام حاکم نے بھی اس کی ==

اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور ان پر اپنا نور ڈالا، جسے اس نور کا حصہ حاصل ہوا وہ ہدایت یاب ہوگیا اور جسے حاصل نہ ہوا وہ گمراہ ہوگیا، اسی لئے میں کہتا ہوں: اللہ کے علم پر قلم خشک ہوگیا۔

یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا اور ان پر اپنے نور کا کچھ حصہ ڈالا، جسے اس نور کا کچھ حصہ حاصل ہوا وہ جنت کی طرف راہ یاب ہوا اور جس سے وہ نور خطا کر گیا' اس تک نہ پہنچا وہ گمراہ ہوا اور راہ حق سے منحرف ہوگیا کیونکہ ہدایت یابی اور گمراہی اللہ کے علم کے مطابق جاری ہوئی ہے اور اللہ نے ازل میں اس کا فیصلہ فرما دیا ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہیں، قلم کا خشک ہو جانا اس کی تعبیر ہے، اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں جس ایمان واطاعت اور کفر ومعصیت کا فیصلہ ہو چکا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونے کے سبب میں

== تخریج کی ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۱/۳۰، علامہ البانی نے اس کی سند کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (حدیث/۱۰۷۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

کہتا ہوں کہ قلم خشک ہو چکا ہے (۱)۔

(۱۵) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس سے تاریک رات میں نکلے، یکایک ان دونوں کے سامنے ایک روشنی ظاہر ہوئی (اور ساتھ ساتھ چلتی رہی) یہاں تک کہ جب وہ دونوں جدا ہوئے تو روشنی بھی جدا ہو کر ان دونوں کے ساتھ ہوگئی۔

اور معمر رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ ثابت سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ''اسید بن حضیر اور ایک انصاری شخص'' اور حماد فرماتے ہیں کہ ہمیں ثابت نے انس کے واسطہ سے خبر دی ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے پاس تھے'' (۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''معمر کی روایت کو امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اپنی سند سے موصول ذکر کیا ہے، اور انہی کی سند سے

(۱) تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، ۷/۴۰۱۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب منقبۃ أسید بن حضیر وعباد بن بشیر، رضی اللہ عنہما، ۳/۲۷۰، حدیث (۲۸۰۵)۔

امام اسماعیلی نے بایں الفاظ روایت کیا ہے: ’’اسید بن حضیر اور ایک انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گئے تک گفتگو کرتے رہے اور رات انتہائی تاریک تھی، پھر دونوں نکلے دراں حالیکہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، یکایک ان میں سے ایک کی لاٹھی میں روشنی ہوگئی اور دونوں اس روشنی میں چلتے رہے یہاں تک کہ جب دونوں جدا ہوئے تو دوسرے کی لاٹھی میں بھی روشنی ہوگئی، اس طرح دونوں اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلتے رہے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہنچے‘‘۔

اور حماد بن سلمہ کی روایت کو امام احمد اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ان الفاظ سے موصول ذکر کیا ہے:

’’اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما گھٹا ٹوپ اندھیری رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھے، چنانچہ جب دونوں نکلے تو دونوں میں سے ایک کی لاٹھی میں روشنی ہوگئی اور دونوں اس روشنی میں چلتے رہے، اور جب دونوں نے جدا ہوکر اپنی اپنی راہ لی تو دوسرے کی لاٹھی میں بھی روشنی ہوگئی‘‘(۱)۔

---

(۱) فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ۷/ ۱۲۵۔

یہ اولیاء کرام کی کرامات کے قبیل سے ہے کیونکہ نیکوکار حضرات کو جب کوئی خلاف عادت امر پیش آتا ہے تو وہ کرامت کہلاتا ہے، اور اگر کسی فاسق کو پیش آجائے تو وہ شیطانی عمل (شعبدہ) ہے، اور اگر کسی مجہول اور گمنام شخص کو پیش آجائے تو اس کا معاملہ کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔

یہ نور جو ان دونوں صحابۂ کرام کو پیش آیا ایمان اور تقویٰ کے نور پر مبنی ہے، جس سے ان کا باطن منور ہوا تھا، اور اللہ نے دونوں میں سے ہر ایک کی لاٹھی میں روشنی پیدا کردی جس سے ان کا ظاہر روشن ہوگیا، ضروری نہیں کہ یہ فضیلت ہر مومن کو حاصل ہو بلکہ یہ مسئلہ اللہ عزوجل کے سپرد (اس کی مشیت پر مبنی) ہے۔

(۱۶) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة أضاء له من النور

ما بين الجمعتين“(۱)۔

جو شخص جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھے گا اس کے دو جمعہ کے مابین روشنی رہے گی۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”أضاء له من النور“ کے معنیٰ ہیں کہ اس کے دل میں، یا قبر میں یا حشر کے روز سب سے بڑے مجمع میں روشن ہوگا، ”مابين الجمعتين“ یعنی دو جمعوں کے درمیان کے وقت کی مقدار اور اسی طرح ہر جمعہ میں ہوگا جس میں وہ (اس) سورہ کی تلاوت کرے گا“(۲)۔

امام طیبی فرماتے ہیں: ”أضاء له“ (فعلِ) لازم اور ”مابين الجمعتين“ ظرف بھی ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں دونوں جمعوں کے

(۱) سنن بیہقی، ۳/ ۲۴۹، مستدرک حاکم، اور انہوں کی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، ۲/ ۳۶۸، سنن دارمی، (موقوفاً) فضائل القرآن، باب فی فضل سورۃ الکھف، ۲/ ۳۲۶، حدیث (۳۴۱۰)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے تعدد طرق کی بنیاد پر ارواء الغلیل (۳/ ۹۴، حدیث/ ۶۲۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ۴/ ۶۷۸۔

مابین بذات خود روشنی کا ہو جانا مبالغہ کے طور پر ہوگا، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ فعل متعدی ہو اور ظرف مفعول بہ“(۱)۔

(۱۷) امام مالک رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”اے بیٹے! علماء کی صحبت اختیار کرو اور انکے سامنے زانوے تلمذ تہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے نور سے اسی طرح زندگی عطا کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو آسمان کی موسلا دھار بارش سے زندہ کرتا ہے“(۲)۔

چنانچہ لقمان حکیم کے قول ”علماء کی صحبت اختیار کرو اور انکے سامنے زانوے تلمذ تہ کرو“ سے زیادتیٔ قرب مقصود ہے، اور ”کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے نور سے زندگی عطا کرتا ہے“ یہ علم کا حصول، عمل کی پختگی اور قول وفعل میں درستی کا نام ہے، یعنی دین میں تفقہ پر مشتمل علم، بصیرت کے نفاذ کے ساتھ اللہ کی معرفت، عمل کے لئے حق کی تلاش وجستجو اور باطل

(۱) شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۵/ ۱۶۷۵۔

(۲) موطا امام مالک، ۲/ ۱۰۰۲۔

سے اعراض''(۱)۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے دلوں کو ایسے ہی زندہ کرتا ہے جس طرح بارش سے زمین کو، اس سے علم نافع اور عمل صالح کی فضیلت اجاگر ہوتی ہے، علم وعمل کی اسی فضیلت کی بنا پر محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''کچھ لوگ طلب علم اور علماء کی صحبت کو ترک کر کے (نفلی) نماز اور روزے میں لگ گئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کی جلد خشک ہو کر ہڈی سے چپک گئی، پھر انھوں نے سنت کی مخالفت کی اور ہلاک ہو گئے اور مسلمانوں کا ناحق خون بہایا، اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، جو کوئی جہالت کی بنیاد پر کوئی عمل کرتا ہے اس کی برائی اچھائی سے زیادہ ہی ہوتی ہے''(۲)۔

(۱۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں

(۱) دیکھئے: شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، ۴/۵۵۳، والحکمۃ فی الدعوۃ الی اللہ عزوجل، از شیخ سعید بن علی بن وہف القحطانی، ص ۲۷۔

(۲) اسے امام ابن عبد البر نے اپنی سند سے الاستذکار میں روایت کیا ہے، ۲۷/۴۳۴، حدیث (۴۱۷۷۹)۔

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''تعرض الفتن على القلوب كالحصير عوداً عوداً، فأي قلب أشربها نكت فيها نكتة سوداء، وأي قلب أنكرها نكت فيه نكتة بيضاء، حتى تصير على قلبين: على أبيض مثل الصفا لا تضره فتنة ما دامت السماوات والأرض، والآخر أسود مربادا كالكوز مجخياً، لا يعرف معروفاً ولا ينكر منكراً إلا ما أشرب من هواه''(۱)۔

فتنے دلوں کو چٹائی کی ایک ایک تیلی کی مانند لاحق ہوں گے، چنانچہ جو دل اسے جذب کر لے گا اس پر سیاہ نکتے پڑ جائیں گے اور جو اسے انکار کر دے گا اس پر ایک سفید نکتہ پڑ جائے گا یہاں تک کہ دو طرح کے دل ہو جائیں گے، ایک سفید چکنے پتھر کی مانند جسے جب

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریبا وسیعود غریباً، ۱/۱۲۸، حدیث (۱۴۴)۔

تک زمین وآسمان قائم رہیں گے کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچائے گا' اور
دوسرا سیاہ مٹیالے الٹے پیالہ کی مانند جو نہ کسی بھلائی کو بھلائی سمجھے گا
اور نہ برائی پر نکیر کرے گا' سوائے اس کے جو باطل خواہشات اس
نے جذب کئے ہیں۔

اہل عرب کی زبان میں ''فتنہ'' دراصل آزمائش' امتحان اور جانچ پڑتال
کا نام ہے، پھر عام گفتگو میں ہر اس امر کو فتنہ کہا جانے لگا جس کا انجام کار برا
ہو، چنانچہ کہا جاتا ہے: ''فتن الرجل'' آدمی فتنہ میں پڑ گیا، جب وہ فتنہ میں
جا واقع ہوا اور اچھی حالت سے بری حالت میں تبدیل ہو جائے۔

فرمان نبوی'' **تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عوداً
عوداً**'' کا معنیٰ یہ ہے کہ فتنے دلوں کی سطح پر ایسے ہی لگ جائیں گے جیسے
چٹائی سونے والے کے پہلو میں لگ جاتی ہے اور سخت دباؤ کے سبب اس
کے جسم میں اثر انداز ہو جاتی ہے، اور پھر تھوڑا تھوڑا دوبارہ سہ بارہ لاحق
ہوں گے، چنانچہ جو دل بھی فتنہ کو جذب کرے گا اس میں مکمل طور پر داخل
اور پیوست ہو جائے گا اور پانی کی طرح جگہ بنا لے گا، اس پر ایک سیاہ نکتہ

لگ جائے گا اور پھر جب فتنہ سر ابھارے گا تو یہ دل اسے اسی طرح جذب
کرے گا جس طرح اسپنج پانی کو جذب کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہ اور
الٹے ہوئے پیالہ کی مانند ہو جائے گا اور ''کوز'' پینے کے اس برتن کو کہتے ہیں
جس کا اوپری حصہ کشادہ ہو بشرطیکہ اس میں ٹونٹی اور دستانہ ہو، اور اگر دستانہ
نہ ہو تو انہیں ''اکواب'' کہا جاتا ہے''(۱)۔

چنانچہ جب دل پلٹ جائے گا تو اس پر معروف ومنکر گڈمڈ ہو جائیں
گے اور بسا اوقات بیماری اس پر قابو پالے گی تو وہ معروف کو منکر اور منکر کو
معروف، سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت، حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھے گا
اور اس بنا پر وہ اپنی خواہشات نفس کو نبی کریم ﷺ کی لائی شریعت پر حکم اور
فیصل مانے گا اور اس کا تابع فرمان اور پیروکار رہو گا۔ اور دوسرا دل سفید ہوگا
اس میں ایمان کا نور اور اس کے دیئے روشن ہوں گے، جب اس پر فتنہ لاحق
ہوگا تو وہ اس کا انکار کرے گا اور ٹھکرا دے گا جس سے اس کے نور، روشنی اور
قوت میں مزید اضافہ ہو جائے گا، ایمان کی گرہوں پر اس کی اسی گرفت،

---

(۱) دیکھئے: مشارق الانوار، للقاضی عیاض، ۱/ ۳۴۹۔

شدت اور خلل سے سلامتی کے سبب اسے اس چکنے پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر کوئی چیز نہیں لگتی، چنانچہ اس دل پر فتنے لاحق نہ ہوں گے نہ ہی اس پر ان کا کوئی اثر ہوگا برخلاف سیاہ مٹیالے دل کے، ''مرباد: اس رنگ کو کہتے ہیں جو سفیدی، سیاہی اور گدلے پن کے مابین راکھ کے رنگ کے مثل ہوتا ہے''(۱)، یہ سیاہ اور پلٹا ہوا دل ہے جس میں کوئی بھلائی یا حکمت اثر انداز نہیں ہوتی ہے، اس لئے اسے الٹے پیالہ سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں پانی نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے دل میں ہر گناہ کے سبب تاریکی چھا گئی ہے اس لئے وہ فتنوں کی آغوش میں چلا گیا ہے اور اس سے اسلام کا نور زائل ہو چکا ہے، اور دل آبخورے کی مانند ہے کہ جب وہ پلٹ جاتا ہے تو اس میں موجود شے انڈل جاتی ہے اور اس کے بعد پھر کوئی شے اس میں داخل نہیں ہوسکتی (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: مشارق الانوار للقاضی عیاض، ۱/ ۲۷۹۔

(۲) دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، ۲/ ۵۳۰ تا ۵۳۱، واغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان لابن القیم، ۱/ ۱۶۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فتنے جو دلوں کو لاحق ہوتے ہیں وہ دراصل دلوں کی بیماری کے اسباب ہیں، یہ شہوات، شبہات، ضلالت وگمراہی اور گناہوں کے فتنے ہیں، اور بدعات ظلم وجہالت کے فتنے ہیں، پہلا قصد وارادہ کی خرابی کا موجب ہے اور دوسرا علم وعقیدہ کی خرابی کا موجب ہے''(۱)۔

نیز فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دلوں کی قسمیں بیان فرمائی ہیں، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا (۲): ''دلوں کی چار قسمیں ہیں:

۱- قلب اجرد: جس میں روشن چراغ ہوتا ہے، یہ مومن کا دل ہے۔

۲- قلب اغلف: یہ کافر کا دل ہے۔

۳- قلب منکوس: یہ منافق کا دل ہے جو جانتا ہے پھر انکار کر دیتا ہے۔

۴- وہ دل جس میں دو مادے ہوتے ہیں: ایمان اور نفاق، چنانچہ اس

---

(۱) مرجع سابق، ۱/ ۱۷۔

(۲) مرجع سابق، ۱/ ۱۷۔

میں ایمان کی مثال اس شجر کی سی ہے جو پاکیزہ پانی سے سیراب ہوتا ہو، اور نفاق کی مثال اس زخم کی سی جس میں خون و پیپ بھرا ہو، ان دونوں میں سے جو چیز اس پر غالب ہوگی وہ غالب اور زیادہ ہوگی'' (۱)۔

چنانچہ ''**قلب اجرد**'' وہ دل ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ سے مجرد اور خالی ہو، ایسا دل حق کے علاوہ (باطل) سے خالی اور محفوظ ہوتا ہے، اس میں جگمگاتا چراغ ہوتا ہے جو ایمان کا دیا اور اس کی روشنی ہوتا ہے، الغرض یہ دل باطل کے شبہات اور ضلالت وگمراہی کے خواہشات سے عاری اور ایمان وعمل کے نور سے منور ہوتا ہے۔

اور ''**قلب اغلف**'' کافر کا دل ہے کیونکہ کفر اس کا غلاف ہوتا ہے اور اس کے رگ وریشہ میں رچا بسا ہوتا ہے لہٰذا اس تک علم وایمان کی روشنی نہیں

(۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسے حضرت حذیفہ پر موقوفاً ذکر کیا ہے، اور امام ابوداود سجستانی کی طرف منسوب کیا ہے نیز اس کی سند ذکر کی ہے' پھر فرمایا ہے کہ یہ مرفوعا بھی مروی ہے اور مرفوعاً مسند احمد میں وارد ہے، کتاب الایمان لابن تیمیہ، ص ۲۸۸، میں (مولف کتاب) کہتا ہوں کہ وہ مسند (۲/ ۱۷) میں ہے، علامہ البانی فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ مرفوع کی سند ضعیف ہے، صحیح موقوف ہے''، کتاب الایمان لابن تیمیہ ص ۲۸۸۔

پہنچتی، جب اس سے توحید خالص اور نبی کریم ﷺ کی خالص اتباع کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ پشت پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

اور ''**قلب منکوس**'' منافق کا دل ہے، یہ سب سے برا اور خبیث ترین دل ہے، کیونکہ وہ باطل کو حق سمجھتا ہے اور باطل پرستوں سے دوستی اور محبت رکھتا ہے اور حق کو باطل سمجھتا ہے اور حق پرستوں سے دشمنی رکھتا ہے اور اس کے باوجود وہ کفر چھپاتا ہے اور ایمان ظاہر کرتا ہے۔

اور ''**وہ دل جس کے دو مادے ہوتے ہیں**'' وہ دل ہے جس میں حق راسخ نہ ہوا ہو اور اس میں حق کا چراغ روشن نہ ہو بایں طور کہ وہ اس حق کے لئے خالص نہ ہو جسے دیکر اللہ عزوجل نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ہے، چنانچہ وہ کبھی ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہو اور کبھی کفر کی بہ نسبت ایمان سے زیادہ قریب ہو، اور حکم غالب کا ہوگا اور وہی معتبر ہوگا (۱)۔

(۱۹) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے:

(۱) دیکھئے: اغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان، ۱/ ۱۸، ۱۹۔

”طوبى للغرباء“ فقيل: من الغرباء يا رسول الله؟ قال: ”أناس صالحون في أناس سوء كثير، من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم“ قال: وكنا عند رسول الله ﷺ يوماً آخر حين طلعت الشمس فقال رسول الله ﷺ: ”سيأتي أناس من أمتي يوم القيامة نورهم كضوء الشمس“ قلنا: من أولئك يا رسول الله ﷺ؟ فقال: ”فقراء المهاجرين والذين تُتَّقى بهم المكاره ، يموت أحدهم وحاجته في صدره، يحشرون من أقطار الأرض“(۱)۔

اجنبیوں کے لئے خوش خبری ہے،عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اجنبی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: بہت سارے بُرے لوگوں میں کچھ صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے

(۱) مسند احمد، ۲/ ۱۷۷، علامہ البانی نے اسے طرق کی بنیاد پر سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۴/ ۱۵۳،حدیث/ ۱۶۱۹) میں صحیح قرار دیا ہے، اور علامہ شیخ احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی ترتیب اور شرح میں صحیح قرار دیا ہے، ۱۰/ ۱۳۵، ۱۳۶، حدیث (۶۶۵۰)، و۱۲/ ۲۸، حدیث (۷۰۷۲) و۱۲/ ۹۷، حدیث (۷۰۷۲)۔

فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے‘ فرماتے ہیں کہ : ہم ایک دوسرے روز طلوع آفتاب کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ قیامت کے روز آئیں گے جو سورج کی طرح روشن اور تابناک ہوں گے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: فقراء مہاجرین اور وہ جن کے ذریعہ ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا ہے، ان میں سے کسی کی وفات ہوتی ہے اور اس کی ضرورت اس کے سینہ ہی میں رہتی ہے، یہ لوگ روئے زمین کے گوشہ گوشہ سے اٹھائے جائیں گے۔

یہ نور عام مسلمانوں کو قیامت کے روز حاصل ہونے والے نور سے بڑا ہوگا، اسی لئے امام ابن القیم رحمہ اللہ نے قیامت کے روز مومنوں کے نور کا تذکرہ کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ وہ ان کے ایمان یقین اور اخلاص کی قوت کے اعتبار سے ہوگا، فرماتے ہیں: ”چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان

میں روشن ستارے کی طرح...''(۱)۔

(۲۰) ایک یہودی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: جس دن زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا اور آسمان کو بھی اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''هم في الظلمة دون الجسر''(۲)۔

وہ تاریکی میں پل صراط پر ہوں گے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'' **الجسر**'' -جیم پر زبر اور زیر کے ساتھ- اس چیز کو کہتے ہیں جس پر عبور کیا جائے، یہاں پل صراط مراد ہے، اور ''دون'' کے معنیٰ اوپر کے ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ''علی الصراط''(۱) (یعنی پل صراط پر) کے الفاظ ہیں۔

جن احادیث سے زمین کی تبدیلی کے وقت لوگوں کے پل صراط پر

---

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/۸۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب صفة منی الرجل والمرأة وان الولد مخلوق من مائھما، ۱/۲۵۲، حدیث (۳۱۵)۔

ہونے کا پتہ چلتا ہے وہ قریب قریب الفاظ میں وارد ہیں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ عزوجل کے فرمان:

﴿يوم تبدل الأرض غير الأرض والسماوات﴾(۱)۔

جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا۔

کے بارے میں دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا:

''علی الصراط''(۲)۔

یعنی پل صراط پر ہوں گے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ترمذی کی روایت میں ''**علی جسر جهنم**'' کے الفاظ ہیں (یعنی جہنم کے پل پر ہوں گے) اور مسند احمد

---

(۱) المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۱/۴۷۵، ۷/۳۵۲، نیز دیکھئے: اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للابی، ۲/۱۵۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب فی البعث والنشور وصفة الارض یوم القیامہ، ۴/۲۱۵۰، حدیث (۲۷۹۱)، اور آیت کریمہ سورۃ ابراھیم (۴۸) کی ہے۔

میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ''علی متن جهنم'' کے الفاظ ہیں (یعنی جہنم کی پشت یعنی اوپری حصہ پر ہوں گے)(۱)۔

ظاہری دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ اس زمین کو بدل کر دوسری زمین لائی جائے گی (۲)۔

اور تبدیل شدہ زمین کی صفت کے بارے میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے کہ وہ سرخی مائل سفید زمین ہوگی، چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''يحشر الناس يوم القيامة على أرض بيضاء عفراء، كقرصة النقي، ليس فيها علم لأحد''(۳)۔

(۱) فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ۱۱/۳۷۶، اور ترمذی کی روایت جامع (۳۱۲۱) میں ہے۔

(۲) دیکھئے: لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، للقرطبی، ۷/۳۵۱۔

(۳) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قبض اللہ الارض یوم القیامہ، ۴/۲۴۸، حدیث (۶۵۲۱)، وصحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب فی البعث والنشور وصفة الارض یوم القیامہ، ۴/۲۱۵۰، حدیث (۲۷۹۰)۔

قیامت کے روز لوگ صاف ستھرے خالص آٹے کی روٹی کی مانند سرخی مائل سفید زمین پر جمع کئے جائیں گے جس میں کسی کی کوئی علامت نہ ہوگی۔

''**الأرض العفراء**'' ایسی سفید زمین کو کہتے ہیں جو خالص سفید نہیں بلکہ سرخی مائل ہو، اور آپ ﷺ کے فرمان ''**قرصة النقي**'' میں قرصہ کے معنیٰ روٹی کے ہیں، اور نقی اس آٹے کو کہتے ہیں جو غش اور ملاوٹ سے پاک (چھنا ہوا اور خالص) ہو، اور آپ کے فرمان ''**ليس فيها علم لأحد**'' کے معنیٰ ہیں کہ اس میں کسی کی کوئی علامت نہ ہوگی، نہ کوئی رہائش گاہ نہ عمارت اور نہ کوئی نشان ہوگا اور نہ ہی راستوں کے نشانات میں سے کوئی چیز ہوگی، جیسے پہاڑ اور بڑے (نمایاں) چٹان وغیرہ، اور اس سے دنیا کی زمین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ فنا ہو جائے گی (۱)۔

(۲۱) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی، ۷/۳۵۰، وشرح نووی علی صحیح مسلم، ۱۷/۱۴۰، وفتح الباری لابن حجر، ۱۱/۳۷۵۔

''اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة، واتقوا الشح، فإن الشح أهلک من کان قبلکم، حملهم علی أن سفکوا دماء هم، واستحلوا محارمهم''(۱)۔

ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکی ہوگا اور بخل سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک وبرباد کردیا، انہیں اپنا خون بہانے اور محارم کو حلال سمجھنے پر آمادہ کردیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حدیث کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن یہ سزا دی جائے گی کہ وہ تہ بہ تہ تاریکیوں میں ہوگا، جس دن مومنین ایسی روشنی میں ہوں گے جو ان کے سامنے اور دائیں جانب سے دوڑے گی، جس وقت منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے:

﴿انظرونا نقتبس من نورکم﴾۔

ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ، باب تحریم الظلم، ۴/۱۹۹۶، حدیث (۲۵۷۸)، وصحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامہ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، بلفظ: ''الظلم ظلمات یوم القیامۃ'' ۳/۱۳۶، حدیث (۲۴۴۷)۔

تو ان سے جواباً کہا جائے گا:

﴿ارجعوا وراء کم فالتمسوا نوراً﴾''(۱)۔

تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: ''ظلم دوگناہوں پر مشتمل ہے: ایک ناحق غیر کا مال ہڑپ کرنا، اور دوسرا رب سبحانہ وتعالیٰ سے اس کی مخالفت کا اعلان کرنا، اور ظلم کی معصیت سب سے سنگین ہے، کیونکہ عام طور پر ظلم کمزور شخص پر ہی ہوتا ہے جسے بدلہ کی طاقت نہیں ہوتی، اور ظلم دل کی ظلمت سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر دل ہدایت کے نور سے منور ہو تو عبرت وموعظت سے ہمکنار ہوتا ہے، چنانچہ جب متقی حضرات تقویٰ کے سبب حاصل شدہ اپنے نور کی روشنی میں دوڑیں گے تو ظالم کو ظلم کی تاریکی اپنے گھیرے میں لے لے گی اور اس کا ظلم اسے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچائے گا''(۱)۔

(۱) المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۶/۵۵۶، اور آیت کریمہ سورۃ الحدید (۱۳) کی ہے، نیز دیکھئے: شرح نووی علی صحیح مسلم، ۱۶/۳۷۰، واکمال اکمال المعلم بشرح صحیح مسلم للابی، ۸/۵۳۴۔

(۲) فتح الباری شرح صحیح بخاری، ۵/۱۰۰۔

اور فرمان نبوی ''اتقوا الشح، فإن الشح أهلک من کان قبلکم''۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ ''شح'' بخل سے شدید تر اور ہاتھ روکنے (نہ دینے) میں بخل سے بڑھ کر ہے، اور کہا گیا ہے کہ ''شح'' لالچ کے ساتھ بخالت کا نام ہے، اور کہا گیا ہے کہ ''شح'' اس چیز کی لالچ کا نام ہے جو اپنے پاس نہ ہو جبکہ ''بخل'' اپنے پاس موجود مال سے نہ نکالنے کا نام ہے(۱)۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ظلم کی تین قسمیں ہیں:

۱-شرک کا ظلم۔ ۲-گناہوں کا ظلم۔ ۳-نفس کا ظلم۔

اور اس سے واضح الفاظ میں دو قسمیں ہیں: ایک بندے کا اپنے نفس پر ظلم کرنا، اور اس کی دو قسمیں ہیں: شرک کا ظلم اور گناہوں کا ظلم، اور دوسرا بندے کا کسی دوسرے پر ظلم کرنا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دہندہ، مددگار اور راہ راست کی رہنمائی کرنے والا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی، ۶/ ۵۵۷، وشرح نووی علی صحیح مسلم، ۱۶/ ۱۷۱، واکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للابی، ۸/ ۵۳۴۔

فہرست مضامین